بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ﴿۱﴾
اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعۡمَالَهُمۡ ﴿۲﴾

(میں) اللہ کا نام لیکر جو بے حد کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے (پڑھتا ہوں)
وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا، اللہ نے اُن کے اعمال کو تباہ کر دیا۔

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ‌ۙ كَفَّرَ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَاَصۡلَحَ بَالَهُمۡ ﴿۳﴾

اور جو ایمان لائے اور انھوں نے ایمان کے مطابق عمل کیے اور جو محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوا، اس پر ایمان لائے اور وہی اُن کے ربّ کی طرف سے حق ہے۔ اللہ اُن کی بدیوں کو ڈھانپ دے گا اور اُن کے حالات کو درست کر دے گا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الۡبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الۡحَـقَّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ‌ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمۡثَالَهُمۡ ﴿۴﴾

یہ اس لیے کیا گیا کہ جنھوں نے کفر کیا تھا انھوں نے جھوٹ کی پیروی کی تھی۔ اور جو ایمان لائے تھے وہ اپنے رب کی طرف سے آنے والے حق کے پیچھے چلے تھے اللہ اسی طرح لوگوں کے سامنے اُن کا (اصل) حال بیان کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

"یَنْزِلُ عِیْسٰی بْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ"

(مشکوۃ باب نزول عیسیٰ)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے اور شادی کریں گے اور ان کو اولاد دی جائے گی۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر فرمایا کہ مسیح موعود شادی کریں گے۔ اور ان کے ہاں اولاد ہوگی۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسا نیک بیٹا عطا کرے گا جو نیکی کے لحاظ سے اپنے باپ کے مشابہ ہوگا نہ کہ مخالف، اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہوگا"۔

(ترجمہ از عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۸)

پیشگوئی مُصلح موعود ۔ "رحمت کا نشان"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کو پیشگوئی مصلح موعود شائع فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں:

"خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے جلّ شانہٗ و عزّ اسمہٗ نے اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا:۔

مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا سو مَیں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں مَوت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اس کے رسول پاک محمد مصطفیٰ کا انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھُلی نشانی ہے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک ذکی غلام تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہو گا۔ خوبصورت لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عمانوائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نُور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اسکے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ و عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح القدس کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اسکے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْھَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نُور آتا ہے نُور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔"

(اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اوّل)

"اپنی عیدوں کو غریبوں کی خدمت سے سجالیں"

پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"غریبوں کے ساتھ عید کرنے سے بہتر دنیا میں اور کوئی عید نہیں۔ خدا آپ کو غریبوں کی خدمت میں ملے گا۔ یہ ایک ایسا آزمودہ نسخہ ہے جس نے کبھی خطا نہیں کی۔ اپنی عیدوں کو غریبوں کی خدمت سے سجالیں۔ پھر آپ کی عید ایسی ہوگی جو زمینی عید نہیں رہے گی بلکہ آسمان پر بھی یہ عید کے طور پر لکھی جائے گی اور اس کی خوشیاں دائمی ہوں گی اس کی برکتیں دائمی ہوں گی۔" (19 مارچ 1993ء)

"میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آج کے دن امراء اپنے غریب بھائیوں کے گھروں میں جائیں اور وہ تحفے جو آپس میں بانٹتے ہیں ان میں غریب بھائیوں کو بھی شامل کریں...... بچوں کیلئے جو ٹافیاں اور چاکلیٹ آپ نے رکھے ہوئے تھے وہ لیں اور بچوں سے کہیں آؤ آج ہم ایک اور قسم کی عید مناتے ہیں۔ ہمارے ساتھ چلو ہم بعض غریبوں کے گھر آج دستک دیں گے ان کو عید مبارک دیں گے۔ ان کے حالات دیکھیں گے اور ان کے ساتھ اپنے سکھ بانٹیں گے۔ اس طرح اگر آپ غریب گھروں میں جائیں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بعض لوگ ایسی لذت پائیں گے کہ ساری زندگی کی لذتیں ان کو ہیچ نظر آئیں گی اور حقیر دکھائی دیں گی...... وہ اتنی لذت پائیں گے کہ دنیا کے قہقہوں اور مسرتوں اور ڈھول ڈھمکوں اور بینڈ باجوں میں وہ لذتیں نہیں ہوں گی۔ ان کو بے انتہا ابدی لذتیں حاصل ہوں گی یہ ہے وہ عید جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی عید ہے۔ یہ ہے وہ عید جو درحقیقت سچے مذہب کی عید ہے۔" (خطبہ عید الفطر 1983ء)

آپ سے درخواست ہے کہ ان ارشادات کو تمام خدام تک پہنچانے کا اہتمام فرمائیں۔ ان پر عمل کرنے کیلئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر کام کریں۔ بلا تمیز رنگ و نسل اور مذہب و ملت غرباء میں عید کے تحائف تقسیم کیے جائیں۔ مجلس کی سطح پر بھی بعض اشیاء سویاں، چینی وغیرہ خریدی جاسکتی ہیں اور خدام کے ذریعے مختلف گھروں میں بھجوائی جاسکتی ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

"خوش ہو اور خوشی سے اچھلو"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "مصلح موعود" کی پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "اے وے لوگو جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئیگی" (تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۴۷)

اس خوشی کا تعلق اس پیشگوئی کے ساتھ ہے جو مصلح موعود کے ظہور کے ساتھ پوری ہوئی اور 20 فروری کو جماعت احمدیہ اسی پیشگوئی کی اہمیت کو اجاگر کرنے کیلئے اجلاسات کرتی ہے۔ پس احباب جماعت اس یوم تشکر کی مناسبت سے جہاں اجلاسات کا انعقاد کریں وہاں "خوشی سے اچھلو" کو پورا کرتے ہوئے اپنے اپنے ہاں کھیلوں کا بھی انعقاد کریں۔ اور اس طرح اپنی روح اور جسم دونوں کو اس خوشی میں شامل کریں۔

اسلامی اصول کی فلاسفی
صد سالہ جشن تشکر

مسیح پاک کا مضموں مبارک
اصول راہ سے ماموں مبارک

مبارک جشن صد سالہ مبارک
نکات معرفت - ممنوں مبارک

طلوعِ صبح ہستی کی ضیاء کیا
جہاں میں راستی کی ہے بناء کیا

مسیح پاک سے ہے ایک توضیح
حیا، حرمت - ہے حسن القاء کیا

جہاں میں فسق سے ہے شر و سواس
دلیل حق سے وہ سلطان کیا ہے

نظر کو ابتلا در پیش ہو جب
خدائے پاکؐ کا فرمان کیا ہے

جہاں میں خلق کی تعبیر کیا ہے
خدائے پاکؐ سے تنویر کیا ہے

اگر کچھ دیدہ بینا ہو روشن
مرے آقا کی یہ تدبیر کیا ہے

امین اللہ خاں سالک

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

قارئین کرام۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہم رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ کے آخری ایّام سے گزر رہے ہیں اور ہر ایک عید کی خوشیاں منانے کا منتظر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم رمضان کی عبادات کو سارا سال زندہ رکھنے والے ہوں اور رمضان سے جو سبق سیکھا ہے اگلے رمضان تک اسپر عمل کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق دے۔

عید کے تعلق سے ایک بات عرض کرنی چاہوں گا کہ عید کی خوشیوں میں اپنے غریب بہنوں اور بھائیوں کو ہرگز نہ بھولیں بلکہ عید کی تیاریوں میں بھی انکا خیال رکھیں اور عید کی نماز کے بعد پہلے غریب بھائیوں کے گھروں میں جائیں مٹھائیوں اور محبتوں کے تحفے لیکر جائیں کیونکہ دراصل یہی حقیقی عید ہے اور یہی رمضان کی بھی ایک حکمت ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ عید سبکو مبارک کرے۔ آمین

دوسرے یہ فروری کا مہینہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فروری ۱۸۸۶ء میں دنیا کو ایک پسر موعود کی خبر دی تھی۔ اس شمارے میں ہم نے کوشش کی ہے کہ آپکو انکے بارے میں کچھ بتائیں۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ پیشگوئی مصلح موعود کے حقیقی مصداق حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ہی تھے۔ آپنے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"بے شک آپ خوش ہو سکتے ہیں کہ خدا نے اس پیشگوئی کو پورا کیا بلکہ میں کہتا ہوں کہ آپکو یقیناً خوش ہونا چاہئیے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود لکھا ہے کہ تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اسکے بعد اب روشنی آئے گی پس میں تمہیں خوش ہونے سے نہیں روکتا میں تمہیں اچھلنے کودنے سے نہیں روکتا بے شک تم خوشیاں مناؤ اور خوشی سے اچھلو اور کودو لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اس خوشی اور اچھل کود میں تم اپنی ذمہ داریوں کو فراموش مت کرو۔" (الموعود ۲۱۴-۲۱۵)

وہ ذمے داریاں کیا ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

شیطان کی حکومت مٹ جائے اس جہاں سے حاکم تمام دُنیا پہ میرا مصطفٰے ہو

آئیے ہم بھی عہد کریں کہ: محمودؔ کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
رُوئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

(ایڈیٹر)

سیرت حضرت مصلح موعود

(کاشف حسیب ۔ فیصل آباد)

نام و نسب

حضرت مصلح موعود کا نام مرزا بشیرالدین محمود احمد تھا اور آپ کے والد ماجد کا نام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی المسیح الموعود اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہ تھا۔

پیشگوئیوں کے مطابق ولادت

حضرت مسیح موعود نے خدا تعالیٰ سے نشان حاصل کرنے کی خاطر ہوشیار پور کا سفر اختیار کیا اور خدا تعالیٰ سے حضور نے اس مقصد کے لئے دعائیں کیں تب خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک بشارت دی گئی جس کے چند الفاظ درج ذیل ہیں۔

"تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی (غلام) لڑکا تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تیرا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور رجس سے پاک ہے۔ وہ نوراللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ و عظمت اور دولت ہوگا"۔

(تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 6)

گویا مخالفین احمدیت کو ایک ایسے بے مثل بچے کی پیدائش کی خبر دی گئی جو کہ مندرجہ بالا عبارت کی روشنی میں اپنی مثل آپ ہوگا اور یہ بچہ نہ صرف یہ کہ خود بے مثال خوبیوں کا مالک ہوگا بلکہ اپنی پیدائش سے مسیح دوراں کی صداقت پر مہر ثابت کر دے گا۔ اس بشارت کے مطابق آپ 12 جنوری 1889ء بمطابق 9 جمادی الاول 1306ھ کو بروز ہفتہ دس گیارہ بجے شب قادیان میں پیدا ہوئے۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ 50)

پاکیزہ بچپن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جان کے حسن تربیت کا ہی فیض تھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب جو فطرتاً آسمانی نوروں سے حصہ وافر لے کر آئے تھے ابتدا ہی سے نہایت درجہ پاک و مطہر تھے اور آپ کا بچپن اپنے ہم عمر تمام بچوں سے بالکل ہی نرالا تھا۔ بچپن میں ایک مرتبہ آپ کھیل رہے تھے کہ حضرت خلیفہ المسیح الاول کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ نے انہیں کھیلتے دیکھ کر کہا "میاں آپ کھیل رہے ہیں"۔ جس پر حضرت مصلح موعود نے فوراً جواب دیا کہ "بڑے ہوں گے تو ہم بھی کام کریں گے"۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 24)

بچپن میں آپ کے پسندیدہ کھیل بیڈمنٹن اور فٹ بال تھے آپ کو شکار کا بھی بے حد شوق تھا۔ اسی طرح کشتی رانی اور تیراکی آپ کو ابوسعید عرب صاحب نے سکھائی تھی۔

دینی علوم کا حصول

دینی علوم میں سب سے اعلیٰ علم خدا کی مقدس ترین کتاب یعنی قرآن کریم کا علم ہے۔ 1895ء میں حافظ احمد اللہ صاحب ناگپوری نے آپ کو قرآن شریف پڑھانا شروع کیا اور 7 جون 1897ء کو آپ کی آمین ہوئی۔ اس مبارک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک نظم بھی لکھی جس کا ابتدائی شعر یہ تھا:

کیونکر ہو شکر تیرا تیرا ہے جو ہے میرا
تو نے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا

(تاریخ احمدیت جلد دوم)

اسی طرح سے قرآن کریم کی تفسیر اور بخاری کا سبق آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہدایت پر حضرت خلیفہ المسیح الاول سے لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ:۔

"غرض میں نے آپ سے طب بھی پڑھی اور قرآن کریم کی تفسیر بھی..... بخاری آپ نے دو تین مہینہ میں مجھے ختم کرادی۔ ایک دفعہ رمضان کے مہینہ میں آپ نے سارے قرآن کا درس دیا تو اس میں بھی میں شریک ہوگیا۔ چند عربی کے رسالے بھی مجھے آپ سے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔

(تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 834)

فرشتہ کا سورہ فاتحہ سکھانا

حضرت خلیفہ المسیح الاول کی شاگردی کے زمانہ میں جب کہ آپ کی عمر 17۔18 برس ہوگی آپ نے ایک خواب دیکھا جس کی تفصیلات خود آپ نے یوں بیان کیں۔

"میں ابھی چھوٹا سا تھا کہ میں نے رویا میں دیکھا کہ جیسے کوئی کٹورہ ہوتا ہے...... اس میں سے ٹن کی آواز آئی پھر وہ آواز پھیلنی شروع ہوئی پھر مجسم ہوئی پھر وہ ایک فریم بن گئی پھر اس میں ایک تصویر بنی پھر وہ تصویر متحرک ہوگئی اور اس میں سے ایک وجود نکل کر میرے سامنے آیا اور اس نے کہا میں خدا کا فرشتہ ہوں اور میں آپ کو سورہ فاتحہ کی تفسیر سکھانے آیا ہوں۔ میں نے کہا سکھاؤ اس نے سورہ فاتحہ کی تفسیر مجھے سکھانی شروع کی جب وہ ایاک نعبدو ایاک نستعین پر پہنچا تو کہنے لگا کہ آج تک جتنی تفسیریں لکھی ہیں وہ اس آیت سے آگے نہیں بڑھیں کیا میں آپ کو آگے بھی سکھاؤں میں نے کہا ہاں چنانچہ اس نے مجھے اگلی آیات کی تفسیر بھی سکھادی"

(تفسیر کبیر سورہ الکوثر صفحہ ۴۷۶)

دنیاوی علوم کا حصول

جیسا کہ مضمون کے شروع میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ آپ کی

پیدائش تمام عالم کے لئے بطور ایک نشان عمل میں آئی تھی اور خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو الہاماً یہ بھی بتا دیا تھا کہ یہ بچہ علم و معرفت میں کمال حاصل کرنے والا ہو گا اس لئے اگر آپ دنیا کے اعلیٰ ترین اداروں سے دنیاوی علوم کی ڈگریاں حاصل کر لیتے تو مخالفین یہ اعتراض کر سکتے تھے کہ یہ سب ان استادوں کا کمال ہے جن سے آپ نے تعلیم حاصل کی تھی مگر خدا تعالیٰ نے یہ کیسا عجیب کام کیا کہ آپ جب دنیاوی تعلیم کے لئے اسکول جاتے ہیں تو وہاں پر آپ کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں کہ۔

"دنیوی لحاظ سے میں پرائمری فیل ہوں مگر چونکہ گھر کا مدرسہ تھا اس لئے اوپر کی کلاسوں میں مجھے ترقی دے دی جاتی تھی پھر مڈل میں فیل ہوا مگر گھر کا مدرسہ ہونے کی وجہ سے پھر مجھے ترقی دے دی گئی۔ آخر میٹرک کے امتحان کا وقت آیا تو میری ساری پڑھائی کی حقیقت کھل گئی اور میں صرف عربی اور اردو میں پاس ہوا اور اس کے بعد پڑھائی چھوڑ دی۔ گویا میری تعلیم کچھ بھی نہیں"

(تفسیر کبیر سورۃ الکوثر صفحہ نمبر ۵۷۴ کالم ۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت اور آپ کے ساتھ عقیدت

یہ 1898ء کی بات ہے کہ آپ نے اس سال حضرت مسیح موعود کے دست مبارک پر بیعت کی چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ

"1898ء میں میں نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کی گو بوجہ احمدیت کی پیدائش کے میں پیدائش سے ہی احمدی تھا مگر یہ بیعت گویا میرے احساس قلبی کے دریا کے اندر حرکت پیدا کرنے کی علامت تھی۔"

(الحکم جوبلی نمبر 1939ء صفحہ 9 کالم نمبر1)

آپ کو حضرت مسیح موعود کے ساتھ والہانہ لگاؤ تھا یہ لگاؤ محض اس وجہ سے نہ تھا کہ حضرت مسیح موعود آپ کے والد تھے بلکہ خدا تعالیٰ نے جس مقام پر انہیں فائز کیا تھا اس کی بدولت آپ حضرت مسیح موعود کے ساتھ والہانہ عشق اور لگاؤ رکھتے تھے۔ جس کا اظہار آپ ہی کی زبانی بیان ہونے والے اس واقعہ سے باآسانی لگایا جا سکتا ہے۔

"حضرت مسیح موعود ایک دفعہ رات کے وقت صحن میں سو رہے تھے کہ بادل زور و شور سے گھر آئے اور بجلی نہایت زور سے کڑکی وہ کڑک اس قدر شدید تھی کہ ہر شخص نے یہی سمجھا کہ گویا بالکل اس کے پاس گری ہے..... حضرت مسیح موعود جو صحن میں سو رہے تھے چارپائی سے اٹھ کر کمرے کی طرف جانے لگے۔ دروازے کی قریب پہنچے کہ بجلی زور سے کڑکی میں اس وقت آپ کے پیچھے تھا میں نے اسی وقت اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر آپ کے سر پر رکھ دیئے اس خیال سے کہ اگر بجلی گرے تو مجھ پر گرے آپ پر نہ گرے اب یہ ایک جہالت کی بات تھی۔ بجلیاں جس خدا کے ہاتھ میں ہیں اس کا تعلق میری نسبت آپ سے زیادہ تھا بلکہ آپ کے طفیل میں بھی بجلی سے بچ سکتا تھا۔"

(الفضل ۲۱ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۹ کالم ۲۔ ۳)

حضرت مسیح موعود کا وصال اور آپ کا عزم

جب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود نے قضائے الٰہی کے تحت اس دنیا سے کوچ فرمایا تو یہ وہ نازک وقت تھا کہ ہر فرد جماعت غم سے نڈھال اور فکر مند تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ ایسے موقع پر ایک نوجوان جس کی عمر ۲۲ سال تھی وہ آپ کی نعش مبارک کے سرہانے کھڑے ہو کر باآواز بلند یہ عہد کرتا ہے کہ

"اگر سارے لوگ بھی آپ کو چھوڑ دیں گے اور میں اکیلا رہ جاؤں گا تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کروں گا"۔

(الحکم جوبلی نمبر دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۱۱ کالم ۲)

حضرت خلیفہ اول کی بیعت

حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد جب حضرت حکیم حاجی مولانا نورالدین صاحب بھیروی خلیفۃ المسیح الاول منتخب ہوئے تو آپ وہ پہلے فرد تھے جس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر اس بیعت کے عہد کو نہایت خلوص دل کے ساتھ آخر دم تک نبھایا۔

(تاریخ احمدیت جلد نمبر ۵ صفحہ ۸۵)

خلافت اولیٰ میں آپ کے بعض اہم کارنامے

دور خلافت اولیٰ میں آپ نے بے شمار کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ مختصر الفاظ میں ان کا ذکر یوں کیا جا سکتا ہے۔

دور خلافت اولیٰ میں آپ نے اپنی پہلی تصنیف "صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے" تحریر فرمائی۔ اسی طرح آپ نے تشحیذ الاذھان میں بلند پایہ مضامین تحریر فرمائے اور اخبار الفضل کا اجراء فرمایا جب کہ آپ نے اپنے زور خطابت کا جادو جگاتے ہوئے علم و حکمت کے جواہر دنیا کے سامنے پیش کرنے شروع کیے چنانچہ آپ نے اپنا پہلا خطبہ جمعہ خلیفہ اول ہی کے دور میں دیا اسی طرح سے درس قرآن کا سلسلہ بھی شروع کیا۔

حضرت خلیفہ المسیح الاول کا وصال اور بحیثیت خلیفہ المسیح الثانی آپکا انتخاب

۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت خلیفہ المسیح الاول کا وصال ہوا۔ بعد نماز عصر بیت نور قادیان میں جمع ہوئے اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ نے حضرت خلیفہ المسیح الاول کی وصیت پڑھ کر سنائی اور درخواست کی کہ وہ وصیت کے مطابق کسی شخص کو جانشین تجویز کریں اس پر حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام بطور خلیفہ المسیح الثانی پیش کیا مگر آپ نے تامل فرمایا مگر احمدی احباب کے از حد اصرار پر احباب کی بیعت لی اور پھر تمام احباب جماعت سے ایک پر شوکت خطاب فرمایا جس سے فکر مند دل تسکین پا گئے اور فتنہ پردازوں کے دل چھلنی ہو گئے۔ تقریر، لمبی دعا اور مصافحہ کے بعد پونے پانچ بجے آپ نے حضرت خلیفہ المسیح الاول کی نماز جنازہ پڑھائی اور بعد ازاں بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

(تاریخ احمدیت جلد نمبر5 صفحہ 18۔117)

دور خلافت کے چند عظیم الشان کارنامے

آپ کا دور خلافت جو کہ 51 سال پر محیط ہے اور پھر آپ

خدائی بشارتوں کے ماتحت عظیم الشان کام کرنے والے تھے۔ اس لئے آپ کے کارناموں کی ایک ایسی طویل فہرست ہے کہ جن کو بیان کرنا تو درکنار اس مختصر سے مضمون میں ذکر کرنا بھی ناممکن ہے لہٰذا محض چند ایک کارناموں کا ہی ذکر کیا جاسکے گا۔

1۔ بیرونی ممالک میں اشاعت دین حق کا کام

آپ کے دور خلافت میں جماعت احمدیہ کے درجنوں مشن ہاؤس بیرون ہندوستان قائم کیے گئے اور کل عالم میں احمدیت کا پیغام پہنچانے کا کام شروع ہوا۔

2۔ شدھی کی تحریک کے خلاف بند باندھنا

ہندوستان کے بعض علاقوں میں مسلمان محض برائے نام ہی مسلمان تھے لہٰذا ہندوؤں نے ایک سازش کے ذریعے ان سب کو دوبارہ ہندو بنانے کی تحریک شروع کی مگر حضرت مصلح موعود نے احمدی احباب کو تحریک کی کہ وہ اپنے خرچ پر ان علاقوں میں جائیں اور اس تحریک کا مقابلہ کریں۔ چنانچہ اس تحریک کو احمدی داعیان کے ہاتھوں شکست اٹھانا پڑی۔

3۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں رہنمائی

قیام پاکستان کے وقت جب مہاجرین پاکستان منتقل ہو رہے تھے اس وقت سکھوں اور ہندوؤں کے حملوں سے بچاؤ کے لئے احمدی نوجوانوں کو میدان میں لانا اور منظم طریق پر نہ صرف یہ کہ تمام احمدیوں کی پاکستان منتقلی بلکہ ان کے ساتھ دیگر ہزاروں مسلمانوں کو بھی بحفاظت تمام لے آنا اور پھر قادیان میں اپنے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لیے اہتمام کرنا اور فدائیان کو وہاں پر چھوڑنا آپ کی قیادت اور دور اندیشی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

4۔ نئے مرکز کا قیام

قیام پاکستان کے وقت جب احمدی اپنا مرکز قادیان چھوڑ کر پاکستان آئے تو ضرورت ایک ایسے مرکز کے قیام کی تھی جہاں پر جماعت احمدیہ اپنی تربیتی سرگرمیاں شروع کر سکے ایسے عالم میں جب کہ سارے ملک میں مہاجرین کسمپرسی کے عالم میں پڑے تھے آپ نے اپنی خدا داد فراست سے ایک جگہ کا تعین کر کے وہاں پر ایک بستی بسا دی۔

5۔ جماعت کی ذیلی تنظیموں کا قیام

آپ کا ایک اور بڑا کارنامہ جماعت احمدیہ کو اس کی ذیلی تنظیموں میں تقسیم کرنا ہے۔ آپ کی دور اندیش نگاہوں نے بھانپ لیا تھا کہ جوں جوں جماعت بڑھے گی اس کی تربیت اور نگرانی میں مشکل پیش آئے گی چنانچہ آپ نے جماعت کو پانچ ذیلی تنظیموں اطفال الاحمدیہ، خدام الاحمدیہ، انصار اللہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ میں تقسیم فرمادیا۔

6۔ تحریک جدید

۱۹۳۴ء میں آپ نے جماعت کے سامنے تحریک جدید کا منصوبہ پیش کیا جس کے شروع میں ۱۹ مطالبات تھے جس کے تحت جماعت کے افراد سے جان، مال اور وقت کی قربانی طلب کی گئی۔ گو کہ یہ تحریک صرف تین سال تک کے لئے تھی مگر بعد میں اسے مستقل کر دیا گیا۔ اس تحریک کے ذریعے اندرون و بیرون ملک دعوت الی اللہ کے کام کو تیز کرنے میں مدد ملی۔

7۔ نظارتوں کا قیام

جماعت کے نظام کو مربوط بنانے کے لئے آپ نے صدر انجمن احمدیہ کو از سر نو منظم فرمایا اور مختلف امور کی انجام دہی کے لئے نظارتوں کا نظام متعین فرمایا۔

8۔ مجلس شوریٰ کا قیام

حضرت مصلح موعود نے اپنے دور خلافت میں شوریٰ کے نظام کو مربوط کیا اور اس نظام کے ذریعے جماعتی مسائل کے حل کی داغ بیل ڈالی۔

دعویٰ مصلح موعود

جیسا کہ آغاز میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ کی پیدائش خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نشان کے طور پر تھی لیکن آپ نے ابھی تک اس کا اعلان نہ فرمایا تھا کہ مصلح موعود کی پیشگوئیاں آپ کے لئے ہی تھیں۔ جنوری ۱۹۴۴ء میں آپ کو خواب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ آپ وہی مصلح موعود ہیں جس کے بعد آپ نے خطبہ جمعہ میں اعلان کیا کہ میں ہی مصلح موعود ہوں۔

آپ پر قاتلانہ حملہ

۱۹۵۴ء میں جب آپ بیت مبارک ربوہ میں عصر کی نماز پڑھا کر واپس آنے لگے تو ایک دشمن نے چاقو سے آپ پر حملہ کر دیا جس سے آپ کی گردن پر بہت گہرا زخم لگا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کو بچالیا۔ گو کہ حملہ آور کو گرفتار کر لیا تھا مگر آپ نے یہ کہہ کر کہ نادان ہے اسے معاف فرمادیا۔ اس حملہ کے بعد آپ کافی عرصہ تک بیمار رہے لیکن اس بیماری کے عالم میں بھی آپ مستقل کام کرتے رہے اور تفسیر صغیر کا سارا کام آپ نے اسی بیماری میں کیا۔

وصال

۱۹۵۴ء کے بعد سے آپ بہت بیمار رہنے لگے تھے اور بہت کمزور ہوتے جا رہے تھے۔ ڈاکٹروں کے کہنے اور جماعت کے زور دینے پر آپ علاج کرانے کے لئے ۱۹۵۶ء میں یورپ گئے اور علاج کے علاوہ وہاں احمدی مشنوں کا کام دیکھا اور وہاں کے احمدیوں سے ملاقاتیں بھی کیں۔ علاج سے آپ کو کسی حد تک فائدہ ہوا مگر پوری طرح تندرست نہ ہو سکے اور آخر کار 8 نومبر 1965ء کو رات تقریباً ۲ بجے آپ اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کی عمر ۷۶ برس تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۹ نومبر کو حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث کو بطور خلیفہ منتخب کیا گیا اور اسی روز بعد نماز عصر انہوں نے حضرت مصلح موعود کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی عظیم والدہ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

(صفحہ ۲۷ سے آگے)

رحلت پر تمام اکنافِ عالم سے اپنوں اور غیروں نے حضور کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ وہ تو لاریب بے انتہا اور حسن کا کوئی شمار اور احاطہ کسی کے بس کی بات نہیں۔

بالآخر اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے حضور کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا رہے اور اعلیٰ علیین میں اپنے قربِ خاص میں رکھے اور ہم سب کو حضور کے منشا کے مطابق اپنی زندگیاں بنانے اور مقبول خدمتِ دین کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ اللّٰھم آمین۔

حضرت مصلح موعود کا بچپن

(محمد ظفراللہ سلام۔ ربوہ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو 20 فروری 1886ء کے دن ایک پاکیزہ بیٹے کی پیشگوئی الہام کی۔ اس الہام سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بیٹا عام لڑکوں سے مختلف ہونا تھا۔ اس کے بچپن سے ہی خدا کا سایہ اس پر ہونا تھا۔ چنانچہ پیشگوئی میں یہ درج تھا کہ

"اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا..... جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور..... خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا...... زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی"۔

یہ پیشگوئی واضح کر رہی ہے کہ آنے والے بیٹے کا بچپن، جوانی اور بڑھاپا خدا کی رضا کی راہوں پر بسر ہو گا۔

12 فروری 1889ء وہ بابرکت دن تھا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر اس مبارک وجود نے جنم لیا اور اس کا نام مرزا بشیرالدین محمود احمد رکھا گیا۔ آیئے آپ کے بچپن کی کچھ باتوں اور واقعات سے لطف اندوز ہوں۔

آپ اگرچہ خدا کے وعدوں کے مطابق پیدا ہوئے تھے مگر آپ میں بچپن کی معصومیت بھی اعلیٰ درجہ کی تھی اور دوسرے بچوں کی طرح آپ بھی ایسی بچوں والی ضدیں کیا کرتے تھے جو پوری نہ کی جاسکتی تھیں اور بعض اوقات کچی نیند اٹھ جانے سے رویا بھی کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میاں بشیرالدین محمود کو لے کر رات کے وقت ادھر ادھر ٹہل رہے ہیں۔ میاں صاحب روئے جا رہے ہیں اور حضور کے باوجود بہت بہلانے کے آپ رو رہے ہیں۔ آخر آپ نے انہیں بہلانے کا ایک طریق نکالا اور ایک ستارے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا دیکھو وہ کیسا تارا ہے۔ اس پر کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے مگر پھر بچگانہ ذہن نے تحریک کی اور آپ پھر رونے لگ گئے اور پھر دوبارہ مگر نئی بات پر ضد کرنے لگے اور وہ یہ تھی کہ مجھے اس

کھیلتے کھیلتے آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نہایت اہم مسودہ جلا ڈالا۔ مگر حضرت صاحب نے کچھ برا نہ منایا۔ بلکہ فرمایا۔ شاید خدا ہم سے اس سے بہتر لکھوانا چاہتا ہے۔

اس واقعہ سے آپ ہرگز یہ گمان مت کیجئے گا کہ بچپن میں آپ جو جی میں آئے کر گزرتے تھے ایسا ہرگز نہیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زیر تربیت تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ گھر کے دروازے میں کھڑے تھے۔ ایک انگریز کا کتا وہاں سے گزرا۔ آپ نے اسے پکارتے ہوئے ٹیپو ٹیپو کہا جس پر حضرت صاحب باہر تشریف لائے اور سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ ایک پاک مسلمان بہادر کا نام ایک کتے کو دے رہے ہو۔ یہ اشارہ سلطان ٹیپو کی طرف تھا۔ (اس زمانے میں انگریزوں نے سلطان ٹیپو سے دشمنی میں اپنے کتوں کو ٹیپو کہہ کر پکارنا شروع کیا ہوا تھا تاکہ اس عظیم مسلمان بہادر کی تذلیل کر سکیں۔ حضرت صاحب کا بچپن تھا اس لئے آپ نے بھی اس کتے کو ٹیپو کہہ دیا)۔

آپ بچپن سے ہی روحانی راہوں کے مجاہد تھے۔ اس لئے آپ کی طبیعت میں اعلیٰ روحانیت کی علامات ظاہر ہوتی رہتی تھیں۔ آپ کی شخصیت کی تعمیر میں خدا تعالیٰ کی تائید کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جان کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ آپ دونوں کی تربیت کا رنگ سب سے علیحدہ تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ حضرت صاحب کے ساتھ سیر کو جا رہے تھے۔ چند رفقاء بھی آپ کے ساتھ تھے۔ راستہ میں ایک کیکر کٹا ہوا سر راہ پڑا تھا۔ کچھ رفقاء نے اس سے مسواکیں بنالیں۔ آپ نے بھی ایک مسواک لے لی اور معصومیت سے کہا ابا مسواک لے لیں۔ اس پر حضرت صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ میاں پہلے یہ بتاؤ کہ کس کی اجازت سے یہ مسواکیں حاصل کی گئی تھیں۔ اس پر تمام لوگوں نے مسواکیں پھینک دیں۔

پھر ایک دن آپ دالان میں چڑیاں پکڑ رہے تھے تو حضرت صاحب نے دیکھتے ہوئے فرمایا میاں چڑیاں نہیں پکڑتے۔ جس میں رحم نہیں اس میں ایمان نہیں۔

ایک اور موقع پر حضرت صاحب نے آپ کی تربیت اس رنگ میں کی کہ آپ کو سکول کی طرف سے "علم اور دولت کا مقابلہ کرو" پر ایک مضمون لکھنا تھا۔ کھانا کھاتے ہوئے اپنے چھوٹے بھائی سے پوچھا کہ علم اچھا ہے یا دولت؟ حضرت صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ بیٹا محمود نہ علم اچھا ہے نہ دولت۔ خدا کا فضل سب سے اچھا ہے۔

آپ کی والدہ حضرت اماں جان چونکہ دہلی کی رہنے والی تھیں اور وہاں بڑوں کو تم کہہ کر مخاطب کر لیتے ہیں۔ آپ کے زیر اثر حضرت مصلح موعود نے بھی ایک مرتبہ ایک رفیق حضرت مسیح موعود کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تم کہہ کر مخاطب کیا۔ چونکہ پنجاب میں اسے برا خیال کیا جاتا ہے اس لئے اس رفیق نے آپ کو سمجھایا کہ بیٹا بڑوں کو آپ کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس کے بعد کبھی بڑوں کو تم کہہ کر مخاطب نہیں کیا۔

ایک جگہ آپ خود فرماتے ہیں کہ:۔

"میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگوں کی بچپن میں تربیت کا اب تک مجھ پر اثر ہے اور جب وہ واقعہ یاد آتا ہے تو بے اختیار دل سے ان کے لئے دعا نکلتی ہے۔ ایک دفعہ ایک لڑکے کے کندھے پر کہنی ٹیک کر کھڑا تھا کہ ماسٹر قادر بخش صاحب نے جو مولوی عبدالرحیم صاحب درد کے والد تھے اس سے منع کیا اور کہا کہ یہ بری بات ہے"۔

ان واقعات سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ حضرت مصلح موعود ہر وقت کسی بھی اخلاقی اور روحانی صفت کو قبول کرنے اور کمزوری کو ترک کرنے کے لئے تیار رہا کرتے تھے اور جب کسی چیز کی وضاحت ہو جاتی تو اسی وقت ہی اس صفت کو اپنی طبیعت کا حصہ بنالیتے اور کمزوری کو ایسے ترک کر دیتے تھے کہ گویا وہ تھی ہی نہیں۔

آپ بچپن سے ہی صحت کے معاملہ میں کمزور تھے۔ آپ کو بچپن سے ہی آنکھوں میں کُکرے ہونے کی وجہ سے ایک (بائیں) آنکھ سے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ دوسری آنکھ تھوڑی

بہت کام کیا کرتی تھی مگر اس میں بھی تکرے تھے اور زیادہ دیر کسی چیز کی طرف نہ دیکھ سکتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کو جگر کی بیماری بھی تھی۔ تلی بھی بڑھی ہوئی تھی۔ آپ کو اکثر بخار رہتا تھا اور چھ چھ ماہ تک اتر تا نہ تھا۔ ان حالات میں پڑھائی کا کیا حال ہوگا۔ آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ مہینہ میں ایک آدھ مرتبہ ہی سکول جایا کرتے تھے اور اگر دل نہ چاہے تو وہ بھی نہیں۔ لیکن قرآن مجید آپ نے چھوٹی عمر میں ہی پڑھ لیا تھا حضرت مسیح موعودؑ باقی پڑھائی کی طرف توجہ بالکل بھی نہ دیا کرتے مگر یہ ضرور فرمایا کرتے کہ مولوی نورالدین صاحب سے قرآن مجید اور بخاری کا ترجمہ ضرور پڑھ لو۔ چنانچہ آپ نے یہ دونوں چیزیں پڑھ لیں اور عموماً حضرت خلیفہ المسیح الاول آپ کو پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور آپ سنا کرتے تھے۔ الغرض آپ نے دنیاوی تعلیم اپنے ذوق و شوق سے حاصل نہ کی تھی۔ بلکہ یہ سب خدا کا فضل ہی تھا۔

آپ عام بچوں کی طرح بچپن میں مختلف کھیلیں بھی کھیلا کرتے اور آپ کی دلچسپیاں ان میں بھی نمایاں ہوتی تھیں۔ مگر کسی کھیل کو آپ نے مہارت حاصل کرنے کے لئے مستقل نہیں اپنایا بلکہ مختلف کھیلیں کھیلیں۔ ہر کھیل کو اپنایا اور اسے کھیل کر اپنا تجربہ بڑھایا۔ آپ موسم کے لحاظ سے ہر موسمی کھیل سے لطف اندوز ہوتے۔ اگر موسم کو فٹ بال سے مناسبت ہوتی تو آپ فٹ بال کھیلا کرتے اگر کبڈی کا دور دورہ ہوتا تو کبڈی کے میدان میں آپ دکھائی دیتے اور اگر میرو ڈبہ اور گلی ڈنڈے کا رواج چلتا تو بچوں کے ساتھ گلی ڈنڈا اور میرو ڈبہ کھیلنا آپ کا مشغلہ ہوتا اور اگر بارش کی وجہ سے قادیان کے جوہڑ بھر جاتے تو آپ باقی بچوں کی طرح تیراکی کرکے محظوظ ہوتے۔ خزاں اور بہار کے موسم جب اپنے ساتھ شکار لاتے تو آپ کی دلچسپی کا سامان شکار کھیلنا ہوتا۔ پہلے پہل آپ غلیل سے شکار کیا کرتے پھر جب ہوائی بندوق میسر آئی تو قادیان کے بچوں کو لئے مضافات میں شکار کے لئے جایا کرتے۔

ان سب باتوں کے باوجود چونکہ آپ اصل میں ایک روحانی مجاہد تھے اس لئے آپ میں اخلاق اور روحانیت ہر جگہ ہر موقع پر غالب نظر آتی تھی اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کا ایمان خدا تعالیٰ پر بچپن سے ہی ایسا پختہ تھا کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہے اور آپ خدا کو دیکھنے کی اشد خواہش بھی اپنے اندر محسوس کرتے تھے۔ ان تمام باتوں کا اظہار آپ کی اپنی تحریر سے بھی ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"...... میں عملی طور پر بتلاتا ہوں کہ میں نے حضرت صاحب کو والد ہونے کی وجہ سے نہیں مانا تھا بلکہ جب میں گیارہ سال کا تھا تو میں نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ اگر میری تحقیقات میں وہ نعوذ باللہ جھوٹے نکلے تو میں گھر سے نکل جاؤں گا۔ مگر میں نے ان کی صداقت کو سمجھا اور میرا ایمان بڑھتا گیا حتی کہ جب آپ فوت ہوئے تو میرا یقین اور بھی بڑھ گیا"۔

اسی طرح دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں:۔

"جب میں گیارہ سال کا ہوا اور 1900ء نے دنیا میں قدم رکھا تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں یقین رکھتا ہوں؟ اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے؟ میں دیر تک اس مسئلہ پر سوچتا رہا۔ آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ۔ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لئے کس خوشی کی گھڑی تھی۔ جس طرح ایک بچہ کو اس کی ماں مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی ہوئی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان علمی ایمان میں تبدیل ہوگیا۔ میں نے اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا کہ خدایا! مجھے تیری ذات کے متعلق شک پیدا نہ ہو۔ اس وقت میں گیارہ سال کا تھا"۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بچپن سے ان راہوں پر قدم مارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (اس مضمون کی تیاری میں سوانح فضل عمر جلد اول سے مدد لی گئی ہے)

حضرت ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام کی دعائیں

سیدنا حضرت خلیفتہ المسیح الاول رضی اللہ عنہ

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے سات دعائیں کی ہیں جب (کعبہ کی) عمارت بنائی باپ بیٹا مل کر دعا کرتے تھے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۹﴾

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۳۰﴾

(سورة بقرہ 2 : 129-130)

1 - الٰہیٰ ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لے -
2 - اور ہماری اولاد میں سے بھی اپنی ایک فرمانبردار جماعت بنا -
3 - اور ہمیں مناسب حال عبادت کے طریق بتا -
4 - اور ہماری طرف اپنے فضل سے توجہ فرما -
پھر دعا کی -
5 - اور اے ہمارے رب! ہماری یہ بھی التجا ہے کہ تو انہی میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے -
6 - انہیں کتاب اور حکمت سکھائے -
7 - اور انہیں پاک کرے -

کُل بناءِ کعبہ میں سات دعائیں کی ہیں اس واسطے مومن سات دفعہ وہاں طواف کرتا ہے اسی مقام کو ڈھونڈتا ہے جہاں یہ دعائیں قبول ہوئیں -
(حقائق الفرقان ، حصہ سوم ، صفحہ 146)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ

غیروں کی نظر میں

محترم چوہدری محمد صدیق صاحب ایم اے انچارج خلافت لائبریری ربوہ

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بعثت کا زمانہ فیج اعوج کے نام سے موسوم ہے۔ دینِ حق کو نہ صرف ماننے والے ہی چھوڑ بیٹھے تھے بلکہ مخالفین و معاندینِ دینِ حق نے دینِ حق کو نیست و نابود کرنے کے لئے ہر ممکن طریق اختیار کر رکھا تھا اور مختلف جہات سے دینِ حق اور حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حملے کر کے اہل دینِ حق کو بددل کرنے میں ہمہ تن مشغول تھے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی بعثت کے بعد دینِ حق کو باقی کل ادیان پر افضل اور زندہ مذہب ثابت کرنے کے لئے اپنی قلمی اور لسانی جدوجہد فرمائی اور دشمنانِ دینِ حق کے حملوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ اور منکرین و معاندینِ دینِ حق کو مقابلہ کی دعوتیں دیں۔ انعامی چیلنج دیئے مگر کسی کو مقابلہ کی سکت نہ ہوئی۔

اس سلسلہ میں ۱۸۸۲ء میں آریہ سماج کے لیڈروں مثلاً منشی اندرمن مرادآبادی اور ماسٹر مرلی دھر وغیرہ نے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے دینِ حق کی صداقت کے متعلق بحث و مناظرہ کیا اور دینِ حق کے زندہ مذہب ہونے کے لئے ایک نشان طلب کیا۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ان کا چیلنج قبول فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور عجز و نیاز کے ساتھ دعائیں کرنے کا پروگرام بنایا اور ہوشیارپور کے مقام پر چلہ کشی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مجاہدہ اور متضرعانہ دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور آپ کو دینِ حق کی صداقت کا ایک زندہ نشان عطا کرنے کا وعدہ فرمایا چنانچہ ہوشیارپور کے مقام پر ہی بشارت دی کہ آپ کی ذریت اور آپ ہی کے تخم سے ایک لڑکا آپ کو عطا کیا جائے گا جو بہت سی خوبیوں اور فضائل کا حامل ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کا نشان ہوگا وہ جلد جلد بڑھے گا اور حسن و احسان میں آپ کا نظیر ہوگا وہ کلام اللہ کے شرف اور مرتبت اور جلال الٰہی کو دنیا پر ظاہر کرنے کا موجب ہوگا۔ وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا وہ سخت ذہین اور فہیم ہوگا اور وہ علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ وہ پاک اور وجیہہ ہوگا۔ وہ صاحبِ شکوہ و عظمت ہوگا قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ اور وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)۔

اللہ تعالیٰ کے الہام و اعلام کے تحت حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اس پیشگوئی کو بطور نشان اپنے مخالفین کے سامنے پیش فرمایا اور کثرت سے اس کی اشاعت فرمائی۔ چنانچہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو اس پیشگوئی کا ظہور ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ فرزند دلبند گرامی ارجمند عطا فرمایا یعنی سیدنا حضرت محمود امام جماعت احمدیہ الثانی المصلح الموعود کی ولادت ہوئی۔

الٰہی نوشتے پورے ہوئے ان تمام صفات کا ظہور آپ کے وجود باجود سے ہوا۔ جن سے پیشگوئی میں آپ کو متصف کیا گیا تھا آپ کے دل کو اپنی اور اپنے پاک رسول کے عشق و محبت سے معمور فرمایا۔ آپ کے قلب اور سینہ کو قرآن کریم کی محبت اور اس کے علوم سے منور فرمایا۔ آپ کو جلد جلد ترقی دی حتیٰ کہ آپ کے ذریعہ سے کلام اللہ کا شرف اور مرتبہ اکناف عالم پر ظاہر کیا گیا۔ دنیا کے کسی عالم یا کسی فاضل کو آپ کے مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ دشمنوں نے آپ کے مقاصد میں روک ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کی اور مختلف قسم کی روکیں پیدا کیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان سب کو حضور کے مقابلہ میں اپنے ارادوں میں خائب و خاسر اور ناکام و نامراد فرمایا۔ اور حضور کو اپنے مقاصد اور ارادوں میں اولوالعزم ثابت کیا حتیٰ کہ اپنے تو ایک طرف غیر بھی بلکہ وہ غیر جو مذہباً اور عقیدۃً آپ کے سخت حریف اور دشمن تھے۔ انہیں بھی حضور ... کے فضائل و اوصاف کا اعتراف کرنا پڑا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے صرف اپنے ملک میں ہی نہیں بلکہ چار دانگ عالم میں آپ کو شہرت عطا فرمائی اور دنیا کے مختلف گوشوں میں بسنے والے لوگوں کو آپ کی تعریف میں رطب اللسان بنایا۔

ذیل میں نہایت اختصار کے ساتھ حضور کے متعلق مختلف نقطہ نظر کے احباب کے وہ تاثرات پیش کئے جاتے ہیں جن کا انہوں نے حضور کی ذات والا صفات سے متاثر ہو کر اظہار کیا ہے۔

دینِ حق کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ

حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کی ولادت سے متعلق پیشگوئی میں حضور کی ولادت کا ایک مقصد یہ قرار دیا گیا ہے کہ "تا دینِ ... حق کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو"۔ اس علامت کے حضور کی ذات میں پائے جانے کے متعلق برصغیر ہند و پاکستان کے مشہور مسلم لیڈر اور شاعر مولوی ظفر علی خان ایڈیٹر "زمیندار" نے حضور کے مخالفین اور حریفوں کو مخاطب کرتے ہوئے حسب ذیل الفاظ میں اظہار کیا ہے:-

"کان کھول کر سن لو تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے تمہارے پاس کیا دھرا ہے ..... تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا ... مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارے پر اس کے پاؤں پر نچھاور کرنے کو تیار ہے .... مرزا محمود کے پاس ... (داعیانِ الی اللہ) ہیں۔ مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے"

(ایک خوفناک سازش صفحہ ۱۹۶ مصنفہ مظہر علی اظہر)

حضور نے اپنے عہدِ امامت میں قرآن مجید کو دنیا کی تمام قوموں میں پہنچانے کے لئے دنیا کی بڑی بڑی قوموں کی زبانوں میں تراجم کروائے اور قرآن کریم کا ایک دیباچہ خود تحریر فرمایا جس میں دینِ حق اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات سے متعلق مستشرقین اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے اعتراضات کا جواب دیا۔ ان تراجم سے متعلق دنیا کے مختلف گوشوں سے آراء کا اظہار ہوا۔ ذیل میں چند آراء خلاصۃً درج کی جاتی ہیں۔

ا۔ ڈاکٹر چارلس ایس بریڈن صدر شعبہ تاریخ و مذہبی لٹریچر ایونسٹن یونیورسٹی امریکہ لکھتے ہیں:-

"بحیثیت مجموعی انگریزی زبان کے اسلامی لٹریچر میں یہ ایک قابلِ قدر اضافہ ہے جس کے لئے دنیا جماعت احمدیہ کی ازحد ممنون ہے۔"

ب۔ مشہور مستشرق ایچ اے آر گب لکھتے ہیں:-

"یہ ترجمہ قرآن مجید کو انگریزی زبان کا جامہ پہنانے کی ہر سابقہ کوشش کے مقابلے میں زیادہ قابلِ تحسین ہے۔"

ج: رچرڈ بیل لکھتے ہیں:-

"قرآنی تعلیمات کو ایک ایسی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کے جو موجودہ زمانہ کی ضروریات کے مناسب حال ہو روحانی زندگی اور تبلیغی جدوجہد کی آئینہ دار ہے اور مجموعی لحاظ سے روشن خیالی اور ترقی پسندی پر دلالت کرتی ہے۔"

د: اے جے آربری لکھتے ہیں:-

"اس کتاب کو اسلامی علوم پر دسترس کی ایک حقیقی یادگار قرار دینا مبالغہ نہ ہوگا۔"

ہ: مشہور ہفتہ وار اخبار DEWAAG SEHEL اپنی اشاعت ۱۵ مارچ ۱۹۵۴ء میں لکھتا ہے:-

"اس ایڈیشن میں اصل عربی متن اور اس کا ڈچ ترجمہ اکٹھا کر دیا گیا ہے اس کے دیباچہ میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا لکھا ہوا ہے۔ قرآن کی عالمگیری کو بائبل اور ویدوں کی قومی تعلیم سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ اس دیباچہ کے مطابق عہدِ قدیم

کہ پیشگوئیاں مسیح سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ ان کا تعلق اسلام کے نبی پاک سے بتایا جاتا ہے۔"

(تحریک جدید و بیرونی مشن)

ش: ۱۹۲۴ء میں لندن کانفرنس مذاہب میں حضور نے دینِ حق کے متعلق تقریر فرمائی اور اخبارات مثلاً ٹائمز، مارننگ پوسٹ، ڈیلی ٹیلیگراف، ڈیلی نیوز اور مانچسٹر گارڈین نے اس کا خلاصہ شائع کرتے ہوئے دل کھول کر خراجِ تحسین ادا کیا اور منتظمین کانفرنس اور لندن کے مشہور پادری ڈاکٹر والٹر والش نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ:-

"اس کانفرنس سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ اسلام زندہ مذہب ہے اور یہی وہ غرض تھی جس کو لے کر احمدیہ جماعت کے امام یہاں تشریف لائے۔"

(المبشرات صفحہ ۷۸)

ظ: ۱۹۴۵ء میں حضور نے لاہور میں اسلام کے اقتصادی نظام پر لیکچر دیا جو بعد میں کتابی صورت میں شائع ہوا جس کے مختلف زبانوں میں تراجم ہوئے۔ ہسپانوی زبان میں اس کا ترجمہ سپین میں ہوا جس پر اشاعت کی وسعت کے لحاظ سے سپین بھر کے دوسرے نمبر کے اخبار میڈرڈ (MADRID) نے اپنی اشاعت ۲۱ جولائی ۱۹۴۹ء میں حسب ذیل ریویو لکھا جو ظاہر کرتا ہے کہ آپ کس طرح دینِ حق کا شرف اور برتری ظاہر کرنے کے موجب ہیں:-

"حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مکمل طور پر اپنے لیکچر میں دینِ حق کی تعلیم اور اصولوں پر روشنی ڈالتے ہیں جو اس مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور دینِ حق کا اقتصادی نظام اس کی بنیاد ہے۔ آپ نے اسلامی نظام کا کمیونزم کے نظام سے نہایت شاندار طور پر فرق دکھایا ہے۔ مختصر یہ کہ کتاب حوالہ جات کے صحیح طور اپنی اہمیت پیش کرتی ہے۔"

(الفضل مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۹ء)

وجیہہ اور پاک لڑکا ذکی غلام تجھے دیا جائے گا

منجملہ دیگر علامات کے حضور کی ولادت کی پیشگوئی میں ایک علامت آپ کا وجیہہ، پاک اور ذکی ہونا بھی ہے۔ اس علامت کے حضور کے وجود میں پائے جانے کے متعلق ایم اسلم اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے بھی مل کر ہمیں ازحد مسرت ہوئی صاحبزادہ صاحب نہایت ہی خلیق اور سادگی پسند انسان ہیں۔ علاوہ خوش خلقی کے کہیں بڑی حد تک معاملہ فہم و مدبر بھی ہیں ...... صاحبزادہ صاحب کا زہد و اتقاء اور ان کی وسعتِ خیال نہ سادگی ہمیشہ مجھے یاد رہے گی۔" (تاثراتِ قادیان صفحہ ۱۳۶، ۱۳۷)

خان بہادر سیٹھ احمد اللہ دین حیدر آباد دکن لکھتے ہیں:-

"جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی مجھ پر خاص توجہ اور عنایت ہے اور ان کی عملی زندگی وسیع النظری اور خدا پرستی نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا۔"

(الحکم جوبلی نمبر ۱۹۳۹ء)

حضور نے دسمبر ۱۹۲۴ء میں سفر یورپ پر تشریف لے جاتے ہوئے راستہ میں عرب ممالک میں قیام فرمایا ہوئے۔ اثنائے قیام عرب ممالک کے پریس حضور کے متعلق تاثرات حسب ذیل ہیں:-

ا: کثیر الاشاعت اخبار "القبس" دمشق (شام) اپنی اشاعت مورخہ ۸ اگست ۱۹۲۴ء میں رقمطراز ہے کہ:-

"دارالخلافہ (دمشق - ناقل) میں ہندوستانی وفد جو بڑے بڑے علمائے کرام اور فضلائے عظام پر مشتمل ہے جس کے لیڈر امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ...... ہیں ..... وارد ہوا اور سنٹرل ہوٹل میں بطور مہمان ٹھہرا ہے..... ہم نے ان سے ملاقات کے دوران ان کے بڑے علم و فضل و آداب اور اسلامی مصالح و معاملات کے متعلق بہت بڑی عزت کا مشاہدہ کیا۔"

ب: جریدہ "الف والیاء" اپنی اشاعت مورخہ ۹ اگست ۱۹۲۴ء میں حضور سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے حسب ذیل تاثرات کا اظہار کیا ہے:-

"ہم نے اخبار الف باء کے نمائندہ کے

طور پر آپ (امام جماعت احمدیہ) سے ملاقات کی اور ہم نے دیکھا کہ آپ کے ارد گرد آپ کے بہت سے مصاحبین تھے جن پر خشوع و خضوع ایمان اور اپنے لیڈر و امام کے ادب و احترام کی علامتیں صاف نظر آ رہی تھیں۔

ہم نے یہ بھی دیکھا کہ آپ کی مجلس میں دمشق کے بڑے بڑے علمائے کرام میں سے دو عالم مولوی بهجه البطار اور مولوی احمد النور یلاتی اور تعلیم یافتہ نوجوانان دمشق کا ایک خاص طبقہ تھا۔ ہم نے دیکھا کہ آپ فصیح عربی زبان بولتے تھے اور اپنی باتوں کی حدیث شریف اور قرآنی آیات سے تائید کرتے تھے اور اگر کسی بات کے متعلق بوقت باہمی گفتگو کوئی حدیث یا قرآنی آیت مستحضر نہ ہوتی تو منطق سے کام لیتے اور یہ مہدی صاحب (امام جماعت احمدیہ الثانی) درمیانی قد رکھتے ہیں اور اپنا ہندوستانی ملکی لباس اور سفید پگڑی پہنتے ہیں اور آپ نہایت ذہین بہت روانی اور سلاست و فصاحت سے بولنے والے اور زبردست دلائل اپنی تائید میں پیش کرنے والے ہیں۔ بحث و مباحثہ اور مناظرہ سے نہ تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں۔"

ج: یہی اخبار اپنی اشاعت ۱۰ اگست ۱۹۲۴ء میں لکھتا ہے :-

"....آپ عربی زبان میں باتیں کرتے تھے جو فصیح عربی زبان سے بہت ملتی جلتی تھی آپ کہل عمر کے (۳۰، ۴۰ سال کے اندر اندر-ناقل) ہیں۔ آپ کے چہرہ کے خدوخال آپ کے نہایت ذہین ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور آپ کو دیکھنے والا آپ کے رعب و وقار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

د: دمشق کا مشہور اخبار فتی العرب اپنی ۱۰ اگست ۱۹۲۴ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:-

"یہ ... (امام) صاحب اپنی عمر کے چالیسویں سال میں ہیں۔ منہ پر سیاہ کشادہ داڑھی رکھتے ہیں۔ چہرہ گندم گوں ہے۔ اور جلال و وقار چہرہ پر غالب ہے۔ دونوں آنکھیں ذکاء و ذہانت اور غیر معمولی علم و عقل کی خبر دے رہی ہیں۔ آپ ان کے چہرہ کے خدوخال میں جب کہ وہ اپنی برف کی مانند سفید پگڑی کو پہنے کھڑے ہوں یہ دماغی قابلیتیں دیکھیں تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ آپ ایک ایسے شخص کے سامنے ہیں جو آپ کو قبل اس کے آپ اسے سمجھیں خوب سمجھتا ہے اور آپ کے لبوں پر تبسم کھیلتا رہتا ہے۔ جو کبھی ظاہر اور کبھی پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اگر آپ اس کیفیت کو دیکھیں تو آپ اس تبسم کے نیچے جو معنے ہیں اور جو اس میں جلال ہوتا ہے اس سے حیران ہو جائیں گے۔"

صاحب شکوہ و عظمت

منجملہ دیگر علامات کے جو حضور کی ولادت کی پیشگوئی میں بیان ہوئی ہیں ایک علامت آپ کا صاحب شکوہ و عظمت ہونا بھی ہے اس کے متعلق شام کے اخبارات کے تاثرات اوپر آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس ضمن میں میاں سلطان احمد وجودی کے تاثرات بھی ملاحظہ فرماویں جو متحدہ ہندوستان میں پراونشل کانگریس کمیٹی پنجاب کے ممبر تھے وہ لکھتے ہیں :-

"اگر مصطفیٰ کمال اتاترک ۲۹۴۴۱۶ مربع میل زمین اور ایک کروڑ ۵۲ لاکھ انسانوں پر حکومت کرتا تھا۔ اگر جوزف سٹالین ۱۸۲ قومیتوں اور ۱۴۹ زبانوں والی سترہ کروڑ دس لاکھ انسانوں کی آبادی کا واحد مختارِ کل تھا۔ اگر مسولینی چار کروڑ بیس لاکھ اٹالوی اور یوتھو پیا کے ۸۶ لاکھ باشندوں کا خود مختار بادشاہ ہے۔ اگر اڈولف ہٹلر ساڑھے چھ کروڑ جرمنوں کا حکمران ہے تو مرزا بشیر الدین محمود احمد بھی تمام دنیا میں بسنے والے دنیا بھر کی تمام زبانیں جاننے والے افراد پر بلا شرکت غیرے حکومت کرتا ہے جس کے احکام کی تعمیل کو افراد متذکرہ بالا اپنی زندگی کا اوّلین فرض خیال کرتے ہیں۔" (الحکم جوبلی نمبر دسمبر ۱۹۳۹ء)

ذہین و فہیم

منجملہ دیگر علامات کے حضور کی ولادت والی پیشگوئی میں حضور کا ذہین ہونا بھی ہے اس کے متعلق بھی آپ شام کے اخبارات کے تاثرات اوپر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اس سلسلہ میں مفکر احرار چوہدری افضل حق صاحب کا اقرار بھی ملاحظہ ہو آپ حضور کی غیر معمولی ذہانت اور فہم کا مقابلہ کرنے سے اپنی جماعت کی عاجزی کا یوں اقرار کرتے ہیں :-

"جس قدر روپے احرار کی مخالفت میں قادیان خرچ کر رہا ہے اور جو عظیم الشان دماغ اس کی پشت پر ہے وہ بڑی سے بڑی سلطنت کو پل بھر میں درہم برہم کرنے کے لئے کافی تھا۔" (اخبار مجاہد ۱۰ اگست ۱۹۳۵ء)

امریکن یونیورسٹی کے یوگوسلاوی پروفیسر جو امریکہ کی ریاست پنسلوانیہ ڈکنسن کالج میں شعبہ فلسفہ و مذہب کے صدر ہیں ۱۹۶۰ء میں مذاہب عالم کے تقابلی مطالعہ کے لئے پاکستان آئے۔ انہوں نے امریکہ واپس جا کر

"THE AHMADYYA MOVEMENT IN ISLAM"

کے عنوان پر ایک مبسوط مقالہ لکھا جس میں وہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کے متعلق حسب ذیل الفاظ میں اپنے تاثرات کو پیش کرتا ہے، پروفیسر سپینکو رقمطراز ہے :-

"قادیان گروپ کو آج بھی اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تقسیم برصغیر کے بعد سے ربوہ اس گروہ کا قانونی مرکز ہے۔ جو مغربی پاکستان میں واقع ہے۔ اس گروپ کی قیادت ۱۹۱۴ء سے بانی سلسلہ احمدیہ کے فرزند مرزا بشیر الدین (محمود احمد) کے ہاتھ میں ہے۔ بالعموم آپ کے پیرو آپ کو احتراماً "حضرت صاحب" کے نام سے یاد کرتے ہیں آپ ہمیشہ ہی سے ایک اولوالعزم لیڈر اور زرخیز دماغ مصنف واقع ہوئے ہیں۔ اپنے والد کی طرح آپ کو بھی دعویٰ ہے کہ تعلق باللہ کے ایک خاص مقام پر فائز ہیں۔" (ماہنامہ انصار اللہ فروری ۱۹۶۱ء بحوالہ ایسٹرن ورلڈ دسمبر ۱۹۶۱ء)

اپنے کاموں میں اولوالعزم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر

حضور کے وجود سے جو صفات وابستہ تھیں۔ ان میں سے آپ کا علوم ظاہری و باطنی سے پُر ہونا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم ہونا بھی ہے۔ آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے ان صفات کے کامل طور پر حامل ہیں۔ دُنیا کے کسی علم میں کوئی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ خود اغیار نے بھی اس کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ

ا۔ مصوّرِ فطرت خواجہ حسن نظامی سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کی قلمی تصویر یوں کھینچتے ہیں :۔

"اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں ان کی عملی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلئی جوانمردی کو ثابت کر دیا۔ اور یہ بھی کہ مغل ذات کارفرمائی کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل و فہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں۔ یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں۔"

(خالد نومبر ۱۹۵۵ء بحوالہ اخبار عادل دہلی ۲۴ر اپریل ۱۹۳۳ء)

(ب) اثنائے سفرِ یورپ دمشق میں قیام کے موقع پر اخبار العمران نے اپنی ۱۰ر اگست ۱۹۲۴ء کی اشاعت میں بعنوان "مہدی دمشق میں" جن تأثرات کا اظہار کیا ہے وہ یہ ہیں :۔

"جناب احمد قادیانی صاحب ہندوستان میں مہدی کے خلیفہ اپنے بڑے بڑے مصاحبین سمیت جو آپ کی جماعت کے بعض بڑے بڑے علماء ہیں دارالخلافہ "دمشق" (ناقل) میں تشریف لائے۔ ابھی آپ کے دارالخلافہ میں تشریف لانے کی خبر شائع ہی ہوئی تھی کہ بہت سے علماء و فضلاء آپ کے ساتھ گفتگو کرنے اور آپ کی دعوت کے متعلق آپ سے مناظرہ و مباحثہ کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں پہنچ گئے اور انہوں نے آپ کو نہایت عمیق ریسرچ رکھنے والا عالم اور سب مذاہب اور ان کی تاریخ و فلسفہ کا گہرا مطالعہ رکھنے والا اور شریعتِ الٰہیہ کی حکمت و فلسفہ سے واقف شخصیت پایا۔"

(ج) ۱۹۱۹ء میں لاہور میں پروفیسر سیّد عبدالقادر صاحب ایم اے کی صدارت میں مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی اسلامیہ کالج لاہور کا جلسہ منعقد ہوا۔ اس میں حضور نے دینِ حق میں اختلافات کا آغاز کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ اس جلسہ میں پروفیسر صاحب نے حضور کا تعارف کرواتے ہوئے کہا :۔

"حضرات عام طور پر قاعدہ ہوتا ہے کہ جب کوئی صاحب لیکچر کے لئے تشریف لاویں تو صدرِ انجمن حاضرین سے ان کا تعارف کرواتا ہے۔ لیکن آج کے لیکچرار اس عزت اس شہرت اور اس پایہ کے انسان ہیں کہ شاید ہی کوئی صاحب ناواقف ہو۔ آپ اس عظیم الشان اور برگزیدہ انسان کے خلف ہیں جنہوں نے تمام مذہبی دنیا اور بالخصوص عیسائی عالم میں تہلکہ مچا دیا تھا۔" (تأثرات قادیان ص۱۶)

(د) پروفیسر صاحب مذکور نے تقریر کے اختتام پر فرمایا :۔

"حضرات مَیں نے بھی کچھ تاریخی اوراق کی ورق گردانی کی ہے" اور آج شام کو جب میں اس ہال میں آیا تو مجھے خیال تھا کہ اسلامی تاریخ کا بہت سا حصّہ مجھے بھی معلوم ہے اور اس پر مَیں اچھی طرح رائے زنی کر سکتا ہوں۔ لیکن اب جناب مرزا صاحب کی تقریر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مَیں ابھی طفلِ مکتب ہوں۔ اور میری علمیت کی روشنی اور جناب مرزا صاحب کی علمیت کی روشنی میں وہی نسبت ہے جو اس لیمپ (جو میز پر تھا) کی روشنی کو اس بجلی کے لیمپ کی روشنی سے (جو اوپر آویزاں تھا)۔ حضرات جس فصاحت اور علمیت سے جناب مرزا صاحب نے اسلامی تاریخ کے ایک نہایت مشکل باب پر روشنی ڈالی ہے وہ انہی کا حصّہ ہے۔ اور یہاں بہت کم لوگ ہوں گے جو ایسے ادق باب کو بیان کر سکیں۔ میرے خیال میں تو لاہور میں بھی ایسا کوئی شخص نہیں ہے ... میں خواہش کرتا ہوں کہ ایسے ایسے قابل انسان ہماری سوسائٹی میں ہوں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر ایسی زبردست علمیت اور شخصیت کا انسان ہماری سوسائٹی کا ممبر بن جائے تو سوسائٹی کو چار چاند لگ جائیں گے۔"

(تأثرات قادیان صفحہ ۱۶۲، ۱۶۳ بحوالہ الفضل ۸ر مارچ ۱۹۱۹ء ص۵)

(ہ) اس سلسلہ میں میاں سلطان احمد چودھری ممبر پروانشل کانگریس کمیٹی کے تاثرات بھی کچھ کم دلچسپی کے حامل نہیں وہ لکھتے ہیں :۔

"مرزا بشیرالدین محمود احمد میں کام کرنے کی قوت حد سے زیادہ ہے وہ ایک غیر معمولی شخصیت کے انسان ہیں۔ وہ کئی گھنٹوں تک رکاوٹ کے بغیر تقریر کرتے ہیں ان کی تقریر میں روانی اور معلومات زیادہ پائی جاتی ہیں۔ وہ بڑی بڑی ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کو مل کر ان کے اخلاق کا گہرا اثر ملنے والوں پر ہوتا ہے تنظیم کا ملکہ ان میں موجود ہے۔ وہ پچاس سال کی عمر میں کام کرنے کے لحاظ سے نوجوان معلوم ہوتے ہیں۔ وہ اردو زبان کے ایک بڑے سرپرست ہیں۔" (الحکم جوبلی نمبر دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۳۶)

(و) علوم ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کے متعلق ایک اور زبردست شہادت ذیل میں پیش ہے ۔
۲۶ر فروری ۱۹۴۵ء کو حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے لاہور میں احمدیہ انٹر کالجئیٹ ایسوسی ایشن کے زیرِ انتظام "اسلام کا اقتصادی نظام" کے عنوان پر معرکۃ الآراء تقریر فرمائی جس نے علمی دُنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ یہ لیکچر انگریزی، فرانسیسی، جرمنی، ہسپانوی وغیرہ دُنیا کی متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ اور اہلِ علم سے خراجِ عقیدت وصول کر رہا ہے۔ اس کے متعلق سپین کی وزارتِ صنعت و تجارت کا ایک با اثر ترجمان INFORMATION COMMERCIAL INDUSTRIAL اپنے اکتوبر ۱۹۴۶ء کے شمارہ میں لکھتا ہے :۔

"کسی قدر جذباتی رنگ سے قطع نظر اس کتاب میں کمیونزم کے مقابلہ میں

نہایت شاندار طور پر ـــــ کا اقتصادی نظام پیش کیا گیا ہے اور بھاری دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ کمیونزم نہ صرف سیاسی اصولوں اور تحریکات کے خلاف ہے۔ بلکہ مذہبی اقدار کا بھی دشمن ہے۔ کتاب نہایت اعلیٰ معلومات کا مخزن ہے۔۔۔۔ حضرت امام جماعت احمدیہ اس لیکچر کے لئے قابلِ صد مبارک باد ہیں۔"

(المبشرات صفحہ ۸۳)

(د) سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے ربوہ کی بستی کی تعمیر کے وقت پاکستان بھر کے بڑے بڑے اخبارات کے نمائندگان کو ربوہ کی مجوزہ جگہ کے دیکھنے کی دعوت دی۔ اور وہاں انہیں ربوہ کے مجوزہ نقشہ کی تفصیلات سے آگاہ فرمایا۔ ربوہ کی تعمیر حضور کی اولوالعزمی کی ایک بیّن دلیل ہے۔ چنانچہ مشہور صحافی وقار انبالوی نے اپنے روزنامہ سفینہ کی ۱۳ر نومبر ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں اس کے متعلق حسب ذیل تبصرہ کیا۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"گذشتہ اتوار کو امیر جماعت احمدیہ نے لاہور کے اخبار نویسوں کو اپنی نئی بستی ربوہ کا مقام دیکھنے کی دعوت دی اور انہیں ساتھ لے کر وہاں کا دورہ کیا۔ اس دورے کی تفصیلات اخبارات میں آچکی ہیں۔ ایک مہاجر کی حیثیت سے ربوہ ہمارے لئے ایک سبق ہے ساٹھ لاکھ مہاجر پاکستان آئے۔ لیکن اس طرح کہ وہاں سے بھی اجڑے اور یہاں پر بھی کسمپرسی نے انہیں منتشر کر رکھا۔ یہ لوگ مسلمان تھے۔ رب العالمین کے پرستار اور رحمۃ العالمین کے نام لیوا مساوات و اخوت کے علمبردار لیکن اتنی بڑی مصیبت بھی انہیں یکجا نہ کر سکی اس کے برعکس ہم اعتقادی حیثیت سے احمدیوں پر ہمیشہ طعنہ زن رہے ہیں لیکن ان کی تنظیم ان کی اخوت اور دکھ سکھ میں ایک دوسرے کی حمایت نے ہماری آنکھوں کے سامنے ایک نیا قادیان آباد کرنے کی ابتدا کر دی ہے۔ مہاجرین کروڑ لوگ بھی آئے۔ جن میں خدا کے فضل سے ایک ایک آدمی ایسی بستیاں بسا سکتا تھا۔ لیکن ان کا روپیہ ان کی ذات کے علاوہ کسی غریب مہاجر کے کام نہ آسکا۔ ربوہ ایک اور نقطۂ نظر سے بھی ہمارے لئے محل نظر ہے۔ وہ یہ کہ حکومت بھی اس سے سبق لے سکتی ہے اور مہاجرین کی صنعتی بستیاں اس نمونے پر بسا سکتی ہے اس طرح ربوہ عوام اور حکومت کے لئے ایک مثال ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ لمبے چوڑے دعوے کرنے والے منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور عملی کام کرنے والے کوئی دعویٰ کئے بغیر کچھ کر دکھاتے ہیں۔"

(سفینہ لاہور ۱۳ر نومبر ۱۹۴۸ء)

دسمبر ۱۹۴۸ء میں سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے احمدیہ انٹر کالجیئٹ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام مینارڈ ہال لاء کالج لاہور میں "موجودہ حالات میں عالمِ اسلام کی حیثیت اور اس کا مستقبل" کے موضوع پر بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ جلسہ کی صدارت آنریبل جسٹس ایس اے رحمان نے فرمائی۔ صاحب صدر نے تقریر کے اختتام پر جو تاثر ظاہر کیا ہے وہ اس امر کا شاہد ہے کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر علوم ظاہری و باطنی سے نوازا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں احمدیہ انٹر کالجیئٹ ایسوسی ایشن کا شکر گزار ہوں کہ جس نے اس فاضلانہ تقریر کے سننے کا ہمیں موقع بہم پہنچایا۔ جناب مرزا صاحب نے تھوڑے سے وقت میں بہت وسیع مضمون بیان فرمایا ہے۔ اور اس کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے آپ نے جو تعمیری تجاویز بیان فرمائی ہیں وہ نہایت ہی قابلِ قدر ہیں۔ ہمیں ان پر سنجیدگی سے غور کرنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔"

(الفضل ۱۴ر دسمبر ۱۹۴۸ء)۔

(ی) قیام پاکستان پر لاہور میں حضور نے استحکام پاکستان کے متعلق بہت عنوانات پر لاہور میں تقاریر فرمائیں۔ چنانچہ پاکستان اور اس کا مستقبل کے موضوع پر حضور نے زیر صدارت ملک فیروز خان صاحب نون تقریر فرمائی۔ آخر پر صاحب صدر نے جو ریمارکس کئے وہ یہ ہیں:۔

"حضرت صاحب کے دماغ کے اندر علم کا ایک سمندر موجزن ہے۔ انہوں نے تھوڑے وقت میں بہت کچھ بتایا ہے۔ اور نہایت فاضلانہ طریق سے مضمون پر روشنی ڈالی ہے۔"

(الفضل ۹ر دسمبر ۱۹۴۷ء)۔

الغرض دنیا کا کوئی علم بھی لے لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں حضور کو اپنے فضل سے اعلیٰ کمال عطا فرمایا ہے۔

اسیروں کا رستگار

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کی جو صفات پیشگوئی میں بیان ہوئیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آپ اسیروں کے رستگار ہوں گے۔ ایک زمانہ شاہد ہے کہ حضور نے اپنی زندگی میں بہت سی اقوام کی رستگاری کے لئے اپنے تمام ذرائع کو کام میں لا کر وہ خدمات سرانجام دیں کہ جن کا مخالفین کو بھی اقرار کرنا پڑا۔ چنانچہ ۱۹۳۰ء میں جب کشمیر کے مسلم عوام پر ہندو سامراج اور ڈوگرہ راج نے طرح طرح کے منصوبوں سے مظالم اور مصائب کے پہاڑ کھڑے کر دیئے اور ان کی ہر قسم کی آزادی کو سلب کر دیا تھا۔ اس وقت ان کی امداد کے لئے بڑے بڑے نوابوں، راجاؤں اور سیاستدانوں کی نظرِ انتخاب آپ پر ہی پڑی اور آپ نے ہی اس کشتی کو منجدھار سے نکال کر ساحل مراد تک پہنچایا۔ اور کشمیریوں کو آزادی کا سانس نصیب ہوا۔ چنانچہ مسلمانوں کے مشہور لیڈر جن میں شاعر مشرق ڈاکٹر سر اقبال، نواب صاحب گنج پورہ سر ذوالفقار علی خان۔ خان بہادر شیخ رحیم بخش ریٹائرڈ سیشن جج۔ سید محسن شاہ ترمذی۔ خواجہ حسن نظامی۔ سید حبیب مدیر "سیاست"۔ مولوی حسرت موہانی وغیرہ ۲۵ر جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں جمع ہوئے اور "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" کا قیام عمل میں لایا گیا اور ڈاکٹر سر اقبال کی تجویز پر آپ سے اس کی زمام قیادت ہاتھ میں لینے کی درخواست کی گئی (سرگزشت از عبد المجید سالک صفحہ ۲۹۳) آپ کی کامیاب قیادت کا نتیجہ یہ

ہوا کہ مسلمانانِ کشمیر جو مدتوں سے انسانیت کے ادنیٰ حقوق سے محروم تھے آزادی کی فضا میں سانس لینے لگے۔ جس کا مسلم پریس کو بھی ان الفاظ میں خراجِ تحسین ادا کرنا پڑا۔

"جس زمانہ میں کشمیر کی حالت نازک تھی اس زمانہ میں جن لوگوں نے اختلافِ عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو منتخب کیا تھا۔ انہوں نے کام کی کامیابی کو زیرِ نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اس وقت اگر اختلافِ عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو تحریک بالکل ناکام رہتی اور امتِ مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا۔"

(تاریخِ احمدیت صفحہ ۱۱۳ بحوالہ اخبار سیاست ۱۸ مئی ۱۹۳۳ء)۔

اسی طرح عبدالمجید سالک تحریک آزادی کشمیر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"شیخ محمد عبداللہ (شیرِ کشمیر) اور دوسرے کارکنانِ کشمیر مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے بعض کارپردازوں کے ساتھ اعلانیہ روابط رکھتے تھے۔ اور ان روابط کی بنا محض یہ تھی کہ مرزا صاحب کثیر الوسائل ہونے کی وجہ سے تحریک کشمیر کی امداد کئی پہلوؤں سے کر رہے تھے اور کارکنانِ کشمیر طبعاً ان کے ممنون تھے۔"

(ذکرِ اقبال از سالک صفحہ ۱۸۸)

پھر متحدہ ہندوستان میں سب سے بڑی اقلیت یعنی مسلمان صدیوں سے ہندوؤں اور انگریزوں کے اسیر چلے آئے تھے۔ حضور نے ان اسیروں کی رستگاری کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا چنانچہ پاک و ہند کی آزادی کی جدوجہد کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والا کوئی انصاف پسند شخص حضور کی مساعی کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہر موقع اور ہر مقام پر حضور نے مسلم قوم کی آزادی کے لئے صحیح راہنمائی فرمائی۔ جس کا اپنوں اور بیگانوں سب نے ہی اعتراف کیا۔ اس قسم کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ لیکن بطور نمونہ چند ایک پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے:-

(۱) ۱۹۲۷ء میں آل پارٹیز کانفرنس شملہ میں منعقد ہوئی جس میں مخلوط اور جداگانہ انتخابات کا مسئلہ زیرِ بحث تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح اور دوسرے مسلم لیڈر بھی مخلوط انتخاب کے حامی تھے مگر حضور نے اس وقت جداگانہ انتخاب کے حق میں اس قدر مؤثر تقریر فرمائی کہ سب آپ کی رائے سے متفق ہو گئے۔ اس کے متعلق مولانا محمد علی جوہر بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ آپ نے اپنے اخبار "ہمدرد" میں لکھا:-

"ناشکری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاست میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم تبلیغ و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرزِ عمل سوادِ اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمتِ اسلام کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔ جن اصحاب کو جماعت احمدیہ قادیان کے اس جلسہ عام میں جس میں مرزا صاحب موصوف نے اپنے عزائم اور طریقِ کار پر اظہارِ خیالات فرمایا۔ شرکت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ وہ ہمارے خیال کی تائید کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔"

(تاثراتِ قادیان بحوالہ ہمدرد دہلی مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء)۔

(ب)۔ اسی طرح اخبار مشرق گورکھپور نے لکھا:-

"جناب امام صاحب جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں۔ آپ ہی کی تحریک سے ورتمان پر مقدمہ چلایا گیا۔ آپ کی ہی جماعت نے رنگیلا رسول کے معاملہ کو آگے بڑھایا۔ سرفروشی کی اور جیل خانہ جانے سے خوف نہ کھایا۔ آپ ہی کے پمفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر کو عدل و انصاف کی طرف مائل کیا ... اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے مسلمانوں کے ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں۔ صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جمعیت سے مرعوب نہیں اور خاص اسلامی کام سرانجام دے رہی ہے۔" (تاثراتِ قادیان بحوالہ مشرق مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۲۷ء)۔

(ج) ماہ جون ۱۹۲۹ء کو سائمن کمیشن کی رپورٹ شائع ہوئی کمیشن نے صوبوں اور ریاستوں میں فیڈریشن قائم کرنے کی سفارش کی۔ ہندوستانی لیڈران سفارشات پر مطمئن نہ تھے۔ اور ملک میں بدامنی کے آثار نمودار ہو گئے۔ وائسرائے نے حکومتِ انگلستان اور وزیرِ ہند کے مشوروں سے گول میز کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ جس میں نوآبادیات کے طرز پر حکومتِ خود اختیاری کے متعلق فیصلہ ہونا تھا۔ نومبر ۱۹۳۰ء میں پہلی گول میز کانفرنس کا انعقاد طے ہوا۔ حضور نے اپنی دوربین نگاہ سے بھانپ لیا کہ اس کانفرنس میں سب سے زیادہ توجہ سائمن کمیشن کی رپورٹ حاصل کرے گی۔ چنانچہ اس پر آپ نے "ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل" کتاب لکھی اور اس کا ترجمہ کرا کے اس کی وسیع اشاعت کروائی۔ اس کتاب کی اشاعت پر بیسیوں مسلمان اور انگریز لیڈروں کے شکریہ کے خطوط آئے اور ریویو ہوئے جن میں سے ذیل میں چند ایک کا بطور نمونہ ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) سر جون لومر نے شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا:

"سائمن کمیشن کی رپورٹ پر یہی ایک مفصل تنقید ہے جو میری نظروں سے گزری۔ میں اس اخلاص اور معقولیت اور وضاحت کی داد دیتا ہوں جس سے کہ امام جماعت احمدیہ نے اپنی جماعت کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ میں ہز ہائی نس کے نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے اس امر کے متعلق بلند خیال سے بہت متاثر ہوا ہوں۔"

(۲)۔ مسٹر ایل ایم ایمری جو بعد میں وزیر ہند ہوئے لکھتے ہیں:۔

"میں نے اس کتاب کو بہت دلچسپی سے پڑھا ہے اور میں اس روح کو جس کے ساتھ یہ کتاب لکھی ہے نیز اس محققانہ قابلیت کو جس کے ساتھ ان سیاسی مسائل کو حل کیا گیا ہے نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔"

(۳)۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد صاحب علی گڑھ نے لکھا:۔

"میں نے جناب کی کتاب نہایت دلچسپی سے پڑھی ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کی یورپ میں بکثرت اشاعت فرمادیں ... جناب نے اسلام کی ایک اہم خدمت سرانجام دی ہے۔"

(۴)۔ سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون ایم۔ ایل۔ اے کراچی نے لکھا:۔

"میری رائے میں سیاست کے باب میں جس قدر کتابیں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں ان میں کتاب "ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل" بہترین تصانیف میں سے ہے۔"

(۵)۔ ڈاکٹر سر اقبال نے لکھا:۔

"تبصرہ کے چند مقامات کا میں نے مطالعہ کیا ہے نہایت عمدہ اور جامع ہے۔"

(۶)۔ اخبار انقلاب لاہور ۱۶ نومبر ۱۹۳۰ء رقمطراز ہے:۔

"جناب مرزا صاحب نے اس تبصرہ کے ذریعہ مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔ بڑی بڑی اسلامی جماعتوں کا کام تھا جو مرزا صاحب نے انجام دیا۔"

(۷)۔ مدیر سیاست نے اپنی اشاعت ۱۶ دسمبر ۱۹۳۰ء میں لکھا:۔

"مذہبی اختلافات کی بات چھوڑ کر دیکھیں تو جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے میدانِ تصنیف میں جو کام کیا ہے وہ بلحاظ ضخامت و استفادہ ہر تعریف کا مستحق ہے اور سیاسیات میں اپنی جماعت کو عام مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو چلانے میں آپ نے جس عمل کی ابتداء کر کے اس کو اپنی قیادت میں کامیاب بنایا ہے۔ وہ بھی ہر منصف مزاج اور حق شناس انسان سے خراج تحسین وصول کر کے رہتا ہے۔ آپ کی سیاست کا ایک زمانہ قائل ہے۔"

اور نہرو رپورٹ کے خلاف مسلمانوں کو مجتمع کرنے میں سائمن کمیشن کے روبرو مسلمانوں کا نقطۂ نگاہ پیش کرنے میں مسائل حاضرہ پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے مدلل بحث کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کے متعلق استدلال سے مملوء کتابیں شائع کرنے کی صورت میں آپ نے بہت ہی قابل تعریف کام کیا ہے۔"

(تاثرات قادیان صفحہ ۳۷، ۳۸)

الغرض اس طرح عین ضرورت کے وقت آپ کی کتاب نے مسلمانوں کے حقوق اور مطالبات کی معقولیت ممبران گول میز کانفرنس پر واضح کر دی۔ اور ہندوستان کے لئے آئینی حکومت کی بھی تجویز کی گئی اور سائمن کمیشن کی نسبت بہتر تجاویز منظور کی گئیں۔ اور اس طرح اسیروں کی رستگاری کے لئے اگلے زینہ پر قدم رکھا۔

(۸) دوسری جنگ عظیم میں جب مصر کی حدود میں جنگ کی آگ داخل ہوئی اور پھر ساتھ ہی ارض مقدس کو جنگ کی آگ کا خطرہ لاحق ہونے کا امکان دیکھ کر اس آگ کو ارض مقدس اور مصر سے دور رکھنے کے لئے حضور نے خطبہ دیا۔ اس پر اخبار زمزم اپنی اشاعت ۱۹ جولائی ۱۹۴۲ء میں آپ کی ان خدمات کا اعتراف بالفاظ ذیل کرتا ہے:۔

"موجودہ حالات میں ... امام صاحب (حضرت ... مرزا بشیر الدین محمود احمد) نے مصر اور حجاز مقدس کے لئے اسلامی غیرت کا جو ثبوت دیا ہے وہ یقیناً قابل قدر ہے اور انہوں نے اس غیرت کا اظہار کر کے مسلمانوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی ہے۔"

(۹)۔ آنریبل خان بہادر شیخ سر عبدالقادر لاء ممبر گورنمنٹ ہند دہلی نے حضور کی اسلامی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"مجھے جماعت احمدیہ کے ساتھ مسلمانوں کے عام مفاد کے سلسلہ میں تعلقات کا موقع ملتا رہا ہے۔ مسلمانوں کی عام بہبودی اور ترقی کے سوال سے آپ کی گہری دلچسپی کا میرے دل پر بھاری اثر ہے۔" (الحکم جوبلی نمبر دسمبر ۱۹۳۹ء)۔

مختصر یہ کہ حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے مسلمانوں کے حقوق، ان کی بہبودی اور ان کی بھلائی اور ان کی آزادی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا لیکن پھر بھی آجکل کے سیاستدان اور علماء جو متعصبانہ ذہنیت رکھتے ہیں جماعت احمدیہ اور حضرت امام جماعت احمدیہ کے خلاف عوام میں غلط فہمیاں پیدا کرنے پر کمریں باندھے ہوئے ہیں انہیں چاہیئے کہ اپنے پیشرو اور سیاستدانوں اور بزرگوں کے ان تاثرات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اپنے کردار کی اصلاح اور روش میں نیک تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

قومیں اس سے برکت پائیں گی

۱۹۴۸ء میں جب فلسطین کی تقسیم کا سوال سلامتی کونسل میں پیش تھا تو عربوں کی خواہش پر اس کیس کو پیش کرنے کے لئے محترم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو امریکہ میں قیام کرنے کی ہدایت حضور کی طرف سے دی گئی۔ چنانچہ آپ نے عربوں کی طرف سے کیس پیش کیا جس پر عرب ڈیلیگیشن کی طرف سے بذریعہ تار آپ کا شکریہ ادا کیا۔ اور لکھا:

"ہمیں اس سے بے حد اطمینان ہوا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس سے عربوں کے مطالبات کو بے حد تقویت پہنچے گی۔" (الفضل ۸ نومبر ۱۹۴۷ء)

حضور کی طرف سے محترم چوہدری صاحب کو نیویارک میں قیام کی ہدایت اور اس پر عرب ممالک کے وفد کا شکریہ ادا کرنا اس امر پر شاہد ہے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کا وجود باوجود تمام اقوام عالم کے لئے باعث برکت و رحمت ہے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا رہے کو اللہ تعالیٰ نے جہاں اور بہت صفات کا مالک بنایا تھا وہاں پیشگوئی ولادت میں اور صفات کے علاوہ یہ صفت بھی ودیعت

فرمائی تھی وہ دل کا حلیم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کے دل میں حلم اور مرافعت، غرباء سے محبت ان کی ضروریات کا احساس اور انہیں پورا کرنے کی ہمہ وقت مساعی کا بے پناہ جذبہ عطا فرمایا تھا آپ انسانیت کی خدمت میں ہر دم مصروف رہے۔ بلحاظ مذہب و عقیدہ بنی نوع انسان کے شرف کو بحال رکھنے کا عزم کر رکھا۔ غیر مسلموں ہندوؤں، سکھوں وغیرہ کی بیواؤں اور یتامیٰ کا نہ صرف خاص خیال رہتا بلکہ آپ نے ان کے گزارے کیلئے مستقل طور پر وظائف مقرر فرما رکھے تھے حتیٰ کہ تقسیم ملک کے بعد بھی قادیان کی ہندو بیوگان کے وظائف بحال رکھے۔ پھر تقسیم ملک کے پر آشوب زمانہ میں ۱۴ راگست ۱۹۴۷ء کے بعد تحصیل بٹالہ کے مسلم دیہات کے مصیبت زدہ پناہ گزینوں کو قادیان میں پناہ دی اور ان کی جان و مال و ناموس کی حفاظت کے لئے ہر ممکن سعی جاری رکھی اور ان کو صحیح و سلامت پاکستان پہنچانے کے لئے متعلقہ محکمہ کے افراد کو اپنے فرائض ادا کرنے اور سفر کی سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے مؤثر کارروائی فرمائی۔ آپ کی ان خدمات سے متعلق ان دنوں کے اخبارات کے کالم شاہد ہیں اور ہر عقیدہ و فکر کے اہل دانش لوگوں نے آپ کے جذبہ حلم اور خدمت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور تحسین پیش کی۔ آپ نے اپنی جماعت کے ہر عمر کے افراد کی بہترین تربیت و اصلاح اور ان میں کام کرنے کی عادت پیدا کرنے اور ذمہ داری کا احساس ابھارنے کے لئے مردوں میں انصار اللہ۔ خدام الاحمدیہ۔ اطفال الاحمدیہ اور مستورات میں لجنہ اماء اللہ۔ ناصرات الاحمدیہ کی تنظیمیں مقرر فرمائیں جو اللہ کے فضل سے اور اس کی دی ہوئی توفیق سے اپنے اپنے حلقۂ کار میں دینی کاموں میں نہ صرف حصہ لے رہی ہیں بلکہ آپس میں مسابقت کی روح بھی ان میں اُجاگر رہے۔

پیشگوئی کے مطابق آپ اپنے مفوضہ فرائض کو احسن رنگ میں پورا فرمانے کے بعد اپنے نفسی نکتہ آسمان تک پہنچ کر اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوئے (یقیناً ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں)۔ اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہٗ۔

الغرض آپ کا وجود اپنوں اور بیگانوں سب کے لئے رحمتوں اور برکات کا موجب تھا اور دنیا کے اہل دانش کو آپ کی قدر و منزلت معلوم تھی چنانچہ آپ کے وصال کی خبر پر نہ صرف ملکی غیر از جماعت افراد اور پریس نے بلکہ اطراف عالم کے پریس نے آپ کی خدمات کا اعتراف کیا بلکہ آپ کی وفات کو ایک عالم کی وفات قرار دیا۔

ذیل میں چند آراء ملاحظہ فرماویں۔

آپ کی وفات کی خبر پر صدر مملکت خداداد پاکستان کے صدر جناب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے حسب ذیل برقی پیغام بھجوایا۔

۱۔ صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کا پیغام تعزیت

MIRZA NASIR AHMAD
SAHIB RABWAH
I AM GRIEVED TO LEARN
OF SAD DEMISE OF
MIRZA BASHIRUDIN
MAHMOOD AHMAD MAY
HIS SOUL REST IN
PEACE AND GOD
GRANT YOU AND
MEMBERS OF YOUR
FAMILY AND HIS
FOLLOWERS COURAGE
TO BEAR THIS LOSS
MOHID AYUB
KHAN

مرزا ناصر احمد صاحب ربوہ۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد کی افسوسناک وفات کی خبر سنکر مجھے صدمہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح پر سکینت نازل فرمائے اور آپ کو اور آپ کے افراد خاندان کو مرزا صاحب مرحوم کے متبعین کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔

محمد ایوب خان
(صدر پاکستان)

(الفضل ۱۲ر نومبر ۱۹۶۵ء ص۱)

۲۔ جناب ملک امیر محمد خان گورنر مغربی پاکستان کا پیغام تعزیت

MIRZA NASIR AHMAD
RABWAH
DEEPLY GRIEVED TO
LEARN OF SAD(DEMISE)
NEWS OF YOUR REVERED
FATHER MIRZA BASHR-
U-DDIN MAHMOOD AHMAD
PLEASE ACCEPT YOURSELF
AND CONVEY TO OTHER
MEMBERS OF FAMILY
AND AHMADIA COMMUNITY
MY HEARTFELT CONDOLANCERS
AND SYMPATHIES IN
THIS GREAT LOSS MAY
THE DEPARTED SOUL
REST IN PEACE
MALIK AMIR
MOHAMMAD KHAN
GOVERNOR WEST PAKISTAN

ترجمہ: مرزا ناصر احمد۔ ربوہ

آپ کے واجب الاحترام والد مرزا بشیر الدین محمود احمد کی افسوسناک وفات کی خبر سے مجھے شدید صدمہ ہوا۔ براہ کرم اس صدمۂ عظیم پر میری طرف سے دلی تعزیت اور ہمدردی قبول فرمائیں اور تعزیت اور ہمدردی کا یہ پیغام دوسرے افراد خاندان اور جماعت احمدیہ تک بھی پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح پر سکینت نازل فرمائے۔

ملک امیر محمد خان
(گورنر مغربی پاکستان)

(الفضل ۱۲ر نومبر ۱۹۶۵ء ص۱)

ملکی اخبارات (۱) مارننگ نیوز۔ کراچی

ملکی اخبارات میں آپ کی رحلت کی خبریں شائع ہوئیں جن میں حضور کی گراں بہا دینی، قومی اور ملکی خدمات کا تذکرہ کیا گیا چنانچہ کراچی کے مشہور اخبار مارننگ نیوز نے اپنی ۹ر نومبر کی اشاعت میں لکھا:۔

"مرزا بشیر الدین محمود احمد مرحوم جنوری ۱۸۸۹ء میں قادیان میں جو کہ جماعت کا تقسیم ملک سے پہلے مرکز تھا پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے بعد تیرہ لڑکے اور نو لڑکیاں اور تیس لاکھ سے زائد معتقدین اور تمام دنیا میں

احمدیہ مشنوں کا ایک جال چھوڑا ہے۔

حالات زندگی: مرزا بشیر الدین محمود احمد جو کہ مرزا غلام احمد بانی جماعت احمدیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں مولوی نور الدین کے بعد جماعت کے دوسرے خلیفہ بنے ۱۹۱۴ء میں خلیفہ منتخب ہونے کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنی تمام زندگی ایک مسلسل اور انتھک جدوجہد میں گزاری تاکہ دین حق کو تمام دنیا میں اور خاص طور پر افریقہ، یورپ اور امریکہ میں پھیلایا جائے۔ آپ نے دو دفعہ یورپ کا دورہ کیا تاکہ وہاں کے حالات کا جائزہ لیا جائے اور مغربی ممالک میں دین حق کی اشاعت کے کام کو وسعت دی جائے۔ بیرونی ممالک میں آپ کے ذریعہ جو ... مشن قائم ہوئے ان کی تعداد ۹۲ ہے جہاں پر ۱۶۲ ... (داعیین الی اللہ) کام کر رہے ہیں۔ یہ مشن پورے جوش اور وقف کی روح کے ساتھ ... (دین حق کی دعوت دے) کر رہے ہیں۔ اور اس طرح مغربی ممالک میں دین حق کے غلط نظریہ کو صحیح رنگ میں بدلنے کا مؤثر ذریعہ ہیں۔

جماعت احمدیہ کے مربیان کو افریقہ کے ممالک اور خاص طور پر مغربی ساحل کے علاقوں میں بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ جہاں پر انہیں عیسائی مبلغین کی شدید مخالفت کے مقابلہ میں انتہائی جانفشانی سے کام کرنا پڑ رہا ہے۔ آپ نے قرآن کریم کے ایک درجن سے زائد تراجم اور تفاسیر کی ہیں جن میں ڈچ، جرمنی، انڈونیشین اور سواحیلی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے دین حق کے دفاع کے لئے ایک بیش قیمت اور وسیع علمی لٹریچر چھوڑا ہے۔

ان ایام میں جب کہ تحریک پاکستان اپنے پورے زوروں پر تھی مرزا بشیر الدین محمود احمد نے مسلم لیگ کی پر زور حمایت کی۔ اس سے قبل ۱۹۲۲ء میں جبکہ یو پی میں شدھی تحریک چل رہی تھی اور آریہ سماج مسلمانوں کو ایک بڑے پیمانہ پر ہندو بنا رہے تھے مرزا صاحب نے اس چیلنج کو قبول کیا اور اس کا سختی سے مقابلہ کیا۔

۱۹۳۱ء میں آپ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر بنائے گئے اور آپ نے آزادی کشمیر کی تحریک میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی اور ۱۹۴۸ء میں جماعت کے رضاکاروں کی ایک پوری بٹالین تیار کی اور کشمیر کی لڑائی میں حصہ لینے کے لئے اسے اپنے خرچ پر حکومت کے سپرد کر دیا۔

(الفضل ۳ر دسمبر ۱۹۶۵ء)

پاکستان ٹائمز لاہور

پاکستان ٹائمز لاہور نے اپنی اشاعت ۹ر نومبر ۱۹۶۵ء میں حسب ذیل طریق پر حضور کی وفات پر حضور کو خراج تحسین پیش کیا:۔

"امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد سوموار کی صبح کو ربوہ میں ایک لمبی بیماری کے بعد وفات پا گئے۔ آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔ آپ کو منگل کی صبح دس بجے ربوہ میں ہی دفن کیا جائے گا۔ آپ کی تدفین سے قبل انتخاب خلافت کمیٹی کا اجلاس منعقد ہو گا جس میں نئے امام کا انتخاب عمل میں لایا جائے گا۔

ربوہ سے موصول ہونے والی اطلاع سے مظہر ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد پاکستان کے تمام حصوں سے بہت بڑی تعداد میں ربوہ میں اپنے جدا ہونے والے امام کو آخری خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے پہنچ رہے ہیں۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد کو ۱۹۱۴ء میں امام منتخب کیا گیا تھا۔ آپ نے تمام دنیا میں اور خاص طور پر افریقہ، یورپ اور امریکہ میں مشن کھولے۔ اس سلسلے میں آپ نے بیرونی ممالک میں ۹۶ مشن قائم کئے اور اب ان کی کل تعداد ۱۵۲ ہو گئی ہے۔

جماعت احمدیہ کے مشن کو افریقی ملک میں اور خاص طور پر مغربی ساحل پر بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ جہاں پر انہیں عیسائی منادوں کی شدید مخالفت کے مقابلہ میں بڑی جانفشانی سے کام کرنا پڑا ہے جبکہ تحریک پاکستان اپنے پورے زور پر تھی تو مرزا صاحب نے مسلم لیگ کی پر زور تائید کی۔ اس سے قبل ۱۹۲۲ء میں آپ نے آریہ سماج کی طرف سے شدھی کی تحریک کا جو مسلمانوں کو بڑی تعداد میں ہندو بنانے کے لئے یو پی کے علاقہ میں بڑے زور سے شروع کی گئی تھی بڑی جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا۔

قرآن کریم کی تقریباً ایک درجن سے زائد زبانوں میں تراجم اور تفاسیر کے علاوہ آپ نے اپنے بعد علمی لٹریچر کا ایک بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے"

(الفضل ۳ر دسمبر ۱۹۶۵ء)

روزنامہ نوائے وقت لاہور

روزنامہ نوائے وقت لاہور نے اپنی ۹ر نومبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں آپ کی رحلت کی خبر دیتے ہوئے لکھا:۔

"لاہور ۸ر نومبر۔ احمدیہ فرقہ کے مذہبی پیشوا مرزا بشیر الدین محمود احمد کا آج صبح ربوہ میں انتقال ہو گیا۔ آپ عرصہ دراز سے بیمار تھے آپ کی عمر ۷۷ سال تھی اور آپ کی تدفین ربوہ میں کل ہو گی۔ احمدیہ فرقہ کے نئے مذہبی سربراہ کے انتخاب کے لئے ربوہ میں انتخابی کونسل کا اجلاس ہو رہا ہے اور نئے سربراہ کا انتخاب مرزا بشیر الدین محمود کی تدفین سے پہلے کیا جائے گا۔ آپ کو ۱۹۱۴ء میں جماعت کا سربراہ منتخب کیا گیا تھا۔ آپ نے ساری دنیا میں بالعموم اور افریقہ یورپ اور امریکہ میں بالخصوص احمدیہ مشن کھولے اس سلسلہ میں آپ دو مرتبہ خود یورپ گئے۔ آپ نے کل ۹۶ نئے مشن قائم کئے۔ یہ مشن افریقہ کے مغربی ساحل کے ملکوں میں خصوصیت سے عیسائی مشنوں کے مقابلے میں کام کر رہے ہیں۔ تحریک پاکستان کے دوران مرحوم مرزا بشیر الدین محمود نے مسلم لیگ کی حمایت کی۔ ۱۹۲۲ء میں آریہ سماجیوں نے یو پی میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مہم شروع کی تو مرزا صاحب نے ارتداد کو روکنے کے لئے کافی کام کیا۔ آپ نے قرآن پاک کا ایک درجن سے زائد زبانوں میں ترجمہ کرایا۔ جن میں ڈچ، جرمن، انڈونیشی اور سواحیلی شامل ہیں۔ آپ ۱۹۳۱ء میں

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر بھی تھے۔ ۱۹۴۸ء میں آپ نے جہادِ کشمیر میں حصّہ لینے کے لئے رضا کاروں کی فرقان بٹالین تیار کرکے پاکی کمان کے سپرد کردی۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد کے جنازہ میں شرکت کے لئے احمدیہ فرقہ کے لوگ ربوہ پہنچ رہے ہیں۔ ان میں سے کئی سمندر پار ملکوں سے آرہے ہیں۔"

(الفضل ۱۳ر نومبر ۱۹۶۵ء)

روزنامہ مشرق لاہور

روزنامہ مشرق لاہور دس نومبر ۱۹۶۵ء نے آپ کی رحلت کی خبر دیتے ہوئے لکھا:۔

"... جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ۵۱ سال کے بعد یہ مرحلہ آیا اور اسے نئے رہنما کے انتخاب کا موقع ملا۔ بانیٔ جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد کی وفات کے بعد پہلے خلیفہ مولوی نور الدین منتخب ہوئے تھے وہ اپنی وفات تک چھ سال اسی منصب پر رہے۔ ان کے بعد مرزا غلام احمد کے بڑے صاحبزادے مرزا بشیر الدین محمود احمد ۱۹۱۴ء میں خلیفہ ثانی منتخب ہوئے...."

(الفضل ۱۳ر نومبر ۱۹۶۵ء)

روزنامہ امروز لاہور

روزنامہ امروز لاہور نے اپنی ۹ر نومبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں آپ کے وصال کی خبر دیتے ہوئے لکھا:۔

"انتقال کے وقت مرزا صاحب کی عمر ۷۷ برس تھی وہ ۱۹۱۴ء میں اپنی جماعت کے خلیفہ مقرر ہوئے وہ دو مرتبہ یورپ بھی گئے۔ انہوں نے افریقہ یورپ اور امریکہ میں جماعت کی طرف سے مشن قائم کرنے میں گہری دلچسپی لی۔ انہوں نے دوسرے ملکوں میں ۹۶ مشن قائم کئے۔ اس وقت تک جماعت کی طرف سے ۱۵۲ مشن قائم کئے جاچکے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۲۳ء میں شدھی تحریک کی مخالفت کی اور آریہ سماجیوں کے خلاف مناظرے کئے۔ ۱۹۳۱ء میں کل ہند کشمیر کمیٹی کی قیادت کی۔ تحریکِ پاکستان میں مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور ۱۹۴۸ء میں احمدی رضا کاروں کی ایک بٹالین تیار کرکے کشمیر میں لڑنے کے لئے بھیجی۔ ان کے ماننے والوں کی تعداد تیس لاکھ سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ اور دنیا میں ۲۹۱ بیوت تعمیر کرنے کے علاوہ مشنری اداروں کا جال پھیلایا۔ ان کی جماعت نے کلام پاک کا جرمن، ولندیزی، انڈونیشی اور سواحیلی زبان کے علاوہ اور کئی زبانوں کے ترجمے شائع کئے۔ ان کی جماعت کے ارکان ان کے جنازے میں شریک ہونے کے لئے پاکستان کے مختلف حصص اور بیرونی ملکوں سے ربوہ پہنچ رہے ہیں۔" (الفضل ۱۳ر نومبر ۱۹۶۵ء)

روزنامہ نئی روشنی کراچی

روزنامہ نئی روشنی کراچی نے آپ کی وفات کی خبر دیتے ہوئے اپنی ۱۰ر نومبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں آپ کی وفات کا حسب ذیل تذکرہ کیا:۔

"لاہور ۹ر نومبر۔ احمدیہ فرقے کے پیشوا مرزا بشیر الدین محمود کو آج صبح ربوہ میں سپردِ خاک کردیا گیا۔ مرحوم کے جنازے میں شرکت کے لئے دنیا کے گوشے گوشے سے ان کے معتقدین آئے تھے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے جو ۱۹۱۴ء میں اپنے فرقہ کے امام منتخب کئے گئے تھے، بڑی پرمشقت زندگی گذاری انہوں نے یورپ امریکہ اور افریقہ میں خاص طور پر زبردست.. مساعی کیں اور اس مقصد کے لئے دو بار مغربی ممالک کا دورہ بھی کیا۔ احمدیہ دعوتی وفد کو افریقہ کے مغربی ساحل پر واقع ممالک میں خاصی کامیابی بھی ہوئی۔ مرزا صاحب نے اپنی یادگار کے طور پر خاصی مذہبی لٹریچر چھوڑا ہے انہوں نے سیاسی تحریکوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ ۱۹۲۳ء میں انہوں نے یوپی میں آریہ سماجیوں کی شدھی سنگٹھن تحریک کا مقابلہ کیا اور ۱۹۳۱ء میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی قیادت کی اور ۱۹۴۸ء کی تحریک آزادیٔ کشمیر میں حصّہ لینے کے لئے احمدیہ رضا کاروں کی ایک بٹالین کی خدمات حکومت کو پیش کیں۔"

(الفضل ۴ر دسمبر ۱۹۶۵ء)

روزنامہ حریت کراچی

روزنامہ حریت کراچی نے اپنی ۱۰ر نومبر کی اشاعت میں حضور کے وصال کی خبر اس طرح دی:۔

"لاہور ۸ر نومبر جماعت احمدیہ کے رہنما مرزا بشیر الدین محمود احمد کا گذشتہ رات دو بج کر بیس منٹ پر انتقال ہوگیا۔ وہ پانچ چھ سال سے علیل تھے اور پچھلے دو تین ہفتے سے ان کی طبیعت زیادہ خراب تھی۔ ۷۷ سالہ مرزا بشیر الدین محمود جماعت احمدیہ کے بانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے بیٹے اور جماعت کے دوسرے امام تھے۔ وہ مرزا صاحب کے پہلے خلیفہ حکیم نور الدین کی وفات پر ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء میں خلیفہ دوم منتخب ہوئے تھے۔ احمدیہ جماعت کے اراکین انتقال کی خبر سنکر پاکستان کے گوشے گوشے سے اور بیرونی ملکوں سے ربوہ پہنچ رہے ہیں تاکہ اپنے مرحوم رہنما کا آخری دیدار کرسکیں۔ مرزا صاحب کو کل فرقہ کے نئے رہنما کے انتخاب کے بعد سپردِ خاک کیا جائے گا۔ جماعت کی مجلس شوریٰ کا اجلاس اس کا انتخاب کرے گی۔ انہوں نے بیرونی ملکوں میں احمدیہ فرقے کی نشر و اشاعت کے لئے جو مراکز قائم کئے تھے ان کی تعداد ۹۶ اور مشنریوں کی تعداد ایک سو باسٹھ ہے۔ ہزاروں عورتیں بچے اور مرد مرزا صاحب کے آخری دیدار اور ان کی تجہیز و تکفین میں شرکت کے لئے ربوہ پہنچ رہے ہیں۔ علالت شدید ہوجانے کی خبر سنکر ہی بہت سے معتقدین ربوہ روانہ ہوگئے تھے۔ مرزا صاحب کی نماز جنازہ کل صبح دس بجے بہشتی مقبرہ گراؤنڈ میں ہوگی۔ یہیں انہیں سپرد خاک کیا جائے گا۔ نماز جنازہ احمدیہ جماعت کے نئے قائد پڑھائیں گے جن کا انتخاب آج رات کیا جائے گا۔ مرزا صاحب نے ۱۳ بیٹے اور ۹ بیٹیاں چھوڑی ہیں۔"

(روزنامہ الفضل ۴ر دسمبر ۱۹۶۵ء)

انگریزی ہفت روزہ "دی لائٹ" کراچی

ہفت روزہ "دی لائٹ" کراچی نے اپنی ۱۶ نومبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں حضور کو بایں الفاظ خراج عقیدت پیش کیا:-

"امام جماعت احمدیہ مرزا بشیرالدین محمود احمد کی وفات انتہائی طور پر پُر از واقعات ایک ایسی زندگی کے اختتام پر منتج ہوئی ہے جو دور رس نتائج کے حامل بے شمار عظیم الشان کارناموں اور مہمات سے لبریز تھی۔ آپ علوم و فنون پر حاوی ایک نابغۂ روزگار وجود اپنے بے پناہ قوت عمل سے مالا مال شخصیت تھے۔ گذشتہ نصف صدی کے دوران دینی علم و فضل سے لے کر نشر و اشاعت دین حق کے نظام تک اور مزید برآں سیاسی قیادت تک فکر و عمل کا بمشکل ہی کوئی ایسا شعبہ ہوگا جس پر مرحوم نے اپنے منفردانہ اثر کا گہرا نقش نہ چھوڑا ہو۔ دنیا بھر میں پھیلا ہوا اسلامی مشنوں کا ایک جال اطراف و جوانب میں تعمیر ہونے والی بیوت اور عرصہ دراز سے قائم شدہ عیسائی مشنوں کو جڑھ سے اکھاڑ پھینکنے والی اشاعت دین حق کا افریقہ میں وسیع و عمیق نفوذ۔ یہ وہ کارہائے نمایاں ہیں جو مرحوم کی تخلیقی منصوبہ بندی تنظیمی صلاحیت اور انتھک جدوجہد کے حق میں ایک مستقل اور پائیدار یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حالیہ زمانہ میں بمشکل ہی انسانوں کا کوئی اور ایسا لیڈر ہوا ہوگا جو اپنے متبعین کی اتنی پرجوش محبت اور جاں نثاری کا مستحق ثابت ہوا ہو۔ پھر آپ کے متبعین کی طرف سے پرجوش محبت اور جاں نثاری کا اظہار صرف آپ کی حیات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اس کے بعد بھی اس کا اظہار اسی شدت سے ہوا جب کہ ملک کے تمام حصوں سے ۶۰ ہزار لوگ اپنے جدا ہونے والے امام کو آخری نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے دیوانہ وار دوڑے چلے آئے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں مرزا صاحب کا نام ایک ایسے عظیم معمار قوم کے طور پر زندہ رہے گا جس نے شدید مشکلات کے علی الرغم ایک متحد و مربوط جماعت قائم کر دکھائی اور اسے ایک ایسی قوت بنا ڈالا کہ جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اس عظیم نقصان پر آپ کے سوگوار خاندان کی خدمت میں دلی تعزیت پیش کرتے ہیں۔"

(روزنامہ الفضل ۱۸ دسمبر ۱۹۶۵ء)

ہفت روزہ انصاف راولپنڈی

ہفت روزہ انصاف راولپنڈی نے حضور کی وفات پر حضور کے کارہائے نمایاں کا تذکرہ بدیں الفاظ کیا:-

"فرقہ احمدیہ کے پیشوا مرزا بشیرالدین محمود احمد بڑا عرصہ علیل رہنے کے بعد وفات پا گئے ہیں۔ ......

مرزا صاحب فرقہ احمدیہ کے امام ہونے کے علاوہ کشمیر کے تعلق میں ایک بڑی سیاسی اہمیت کے مالک تھے۔ آپ کو اگر کشمیر کی تحریک آزادی کے بانیوں میں سے قرار دیا جائے تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔ مرزا صاحب آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے بانی اور صدر اول تھے۔ اب سے پینتیس سال قبل اس کمیٹی نے جموں کشمیر میں تحریک آزادی کو فروغ دیا۔ اور اس کی آبیاری کی۔ ۱۹۳۱ء میں اور اس کے بعد جو ریاست گیر ایجی ٹیشن کئی بار ظہور پذیر ہوئی۔ اس کی قیادت اور حمایت کشمیر کمیٹی کرتی رہی۔ دیگر تحریکوں کی طرح سیاسی تحریکیں بھی مالی امداد کے بغیر نہیں چل سکتیں۔ چنانچہ ۱۹۳۱ء میں کشمیر اور جماعت احمدیہ نے کشمیر کی ایجی ٹیشن کے لئے بھاری رقوم خرچ کیں اور بہت سے احمدی وکلاء نے مفت خدمات ریاستی عوام کے لئے پیش کیں۔ چنانچہ جہاں بھی کشمیر کا ذکر آتا ہے مرزا صاحب کا ذکر خیر بھی لازمی طور پر آتا ہے۔ ۱۹۳۱ء کے بعد ڈوگرہ حکومت کی شہ پر شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ پر بعض رجعت پسند ریاستی حضرات نے الزام لگایا کہ وہ بھی احمدی ہو گئے ہیں اور ان کے ذریعہ احمدی فرقہ ریاست کشمیر کے مسلمانوں کو بھی احمدی بنانا چاہتے ہیں۔ اس طرح سے ریاستی مسلمانوں میں پھوٹ کی ابتداء پڑ گئی جو کہ سالہا سال تک جاری رہی۔ لیکن اس الزام تراشی کے باوجود کشمیر کے معاملات میں مرزا صاحب کی دلچسپی اس سے کم نہیں ہوئی۔"

(الفضل ۴ دسمبر ۱۹۶۵ء)

پاکستان کا محسن

مکرم قمر الیاس ہارون صاحب مقیم راولپنڈی حضور کی رحلت پر مدیر لاہور کو اپنے تاثرات کا اس طرح اظہار کرتے ہیں:-

"جناب ایڈیٹر صاحب ہفتہ وار "لاہور" لاہور

محترمی! میں نے آپ کے گزشتہ تین چار پرچوں میں جماعت احمدیہ کے سابق امام جناب مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کا ذکر خیر بڑی دلچسپی اور محبت سے پڑھا۔ یہاں یعنی پاکستان میں تو یہ جماعت اپنے مذہبی اصولوں کے ماتحت حکومت کی ہر رنگ میں جس طرح امداد کرتی رہتی ہے (باوجود اس بات کے کہ اس کے خلاف بعض سیاسی گروہ فتنہ انگیزیاں کرتے رہتے ہیں) ہم سب اس سے خوب واقف ہیں۔ تنظیم اس جماعت کا خاص وصف ہے ان کے امام نے آج سے ۳۵ سال پہلے کشمیر کی آزادی کی تحریک چلائی تھی۔ ان کے بعد اور بھی بہت سی سیاسی جماعتوں نے سیاسی کامیابیاں حاصل کرنے کے لئے ایسی تحریکیں چلائیں بلکہ سول نافرمانیاں تک کیں لیکن جب ان کے مقاصد پورے ہو گئے یا ان افراد اور جماعتوں کے مقاصد پورے ہو گئے جن کے اشاروں پر انہوں نے یہ تحریکیں چلائی تھیں وہ غائب ہو گئے اور اب ان کا کوئی نام بھی نہیں جانتا۔ مگر اس جماعت کی مستقل مزاجی کا یہ عالم ہے کہ اس کے کتنے ہی رکن آج بھی کشمیر فنڈ میں چندہ دیتے ہیں اور ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ ادا کرتے ہیں ــ لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ بیرونی ملکوں میں اس جماعت نے پاکستان کی جو خدمت کی ہے۔ اتنی خدمت پاکستان کی ہمارے تمام سفارت خانے بھی

اب تک نہیں کر سکے ہیں۔ اس کے مبلغ جو سر تا سر دینی لباس اور مذہبی معاشرہ کے نمائندے ہوتے ہیں پاکستانیت کی چلتی پھرتی دعوت اور پراپیگنڈہ ہوتے ہیں اور افریقہ کی بعض ریاستوں میں تو ان جماعتوں اور ان کے داعیین الی اللہ کا ان حکومتوں سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ وہ بڑا حکومت کے مشیروں کے طور پر کام کرتے ہیں۔ عید، بقر عید اور ایسے ہی دوسرے مذہبی تہواروں پر ان ... کے پیغامات تہنیت رؤسائے حکومت اور وزراء کے پیغاموں کے ساتھ نشر ہوتے ہیں۔ ان کے اپنے اخبارات ہیں جن کی کوئی اشاعت پاکستان کی ترقی کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی۔

میں پچھلے سال لیگوس میں تھا۔ میرے بچوں کا وہاں کاروبار ہے جس کا کچھ تعلق پاکستان سے بھی ہے۔ مجھے ایک سلسلہ میں وزیر اعظم سے خصوصی اجازت نامہ لینا تھا اور مجھے اس بات کو لکھتے ہوئے مسرت ہے کہ یہ کام (جو ہمارا سفارت خانہ بھی نہ کروا سکا) تو اس جماعت کے داعیین الی اللہ کی معمولی سی سفارش پر ہو گیا۔ حالانکہ اس میں فائدہ میرے علاوہ پاکستان کا تھا جسے زرِ مبادلہ ملنا تھا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس جماعت کے اس عظیم رہنما نے بیرونی ملکوں میں دینِ حق کی اشاعت کے مشن قائم کر کے دینِ حق کی خدمت تو کی ہے، پاکستان کی بھی بیرونی ملکوں میں (خاص طور پر افریقی ملکوں میں) جڑیں مضبوط کر دی ہیں۔ اور پاکستان کا یہ محسن ہر سچے پاکستانی کی دعاؤں کا بجا طور پر مستحق ہے۔ اللہ اس کو اپنے فضلوں کا وارث بنائے اور اس کے درجات بلند کرے ...

محمد الیاس بارڈن۔
(حال مقیم راولپنڈی)

(ہفت روزہ لاہور ۱۲ دسمبر ۱۹۶۵ء

ایک عظیم روحانی پیشوا کی مفارقت

فضل حسین صاحب صمیم ایبٹ آباد نے حضور کی رحلت کو ایک عظیم روحانی پیشوا کی مفارقت قرار دیا آپ مدیر صاحب لاہور کو مخاطب ہو کر لکھتے ہیں:۔

برادرم! سلام مسنون! موت کا لفظ تو بذاتِ خود ایک عظیم حادثہ ہے۔ لیکن اس وقت تو اس کی ماہیت کچھ اور ہی ہو جاتی ہے۔ جب کوئی عزیز از جان ہم سے بچھڑتا ہے۔ آجکل تو آپ بہت ہی اداس ہوں گے۔ ظاہر ہے ایک عظیم روحانی پیشوا کی جدائی کیسے گوارا ہو سکتی ہے۔ اور جناب میرزا بشیر الدین محمود احمد جیسی نایاب شخصیت جن کے کارہائے نمایاں پوری متحرک زندگی کی نمائندگی کرتے ہیں، کا بچھڑ جانا تو ایک حادثہ جانکاہ ہے! اللہ کریم انہیں اپنی برکتوں سے نوازے اور آپ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

مخلص: فضل حسین صمیم (ایبٹ آباد)

(ہفت روزہ "لاہور" ۲۰ دسمبر ۱۹۶۵ء
صفحہ ۲)

جس نے ہر سانس لیا دینِ محمد ﷺ کیلئے

عبد القدیر خان منگھو پیر روڈ کراچی حضور کے وصال کی خبر پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے مدیر صاحب لاہور کو لکھتے ہیں:۔

"مکرمی ثاقب صاحب! ہدیہ تسلیمات!

"لاہور" کا شمارہ وسط نومبر میرے سامنے ہے۔ میں آپ کا افتتاحیہ تین دفعہ پڑھ چکا ہوں۔ آپ نے جس انداز سے جماعت احمدیہ کے سابق امام کی اعلیٰ روحانی اور دینی خدمات کا ذکر کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

افسوس کہ پاکستان کی سرزمین ایسے برکتوں والے وجود سے محروم ہو گئی اور اس سے بھی زیادہ افسوس مجھے اس بات پر ہوا کہ علماء دین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کی وجہ سے میں زندگی میں اس مجاہد دینِ حق اور حقیقی خادم دین کی زیارت نہ کر سکا۔

چند سال کی بات ہے۔ میرے بیٹے کے پاس امریکہ کا ایک عیسائی پرچارک آ کر ٹھہرا تھا۔ وہ دو دن ہمارے پاس رہا۔ دراصل یہ میرے بیٹے کا نیویارک میں دوست بن گیا تھا۔ اس کے قیام کے دوران میں مجھے معلوم ہوا کہ امریکہ اور دوسری افرنگی حکومتیں اسلامی ملکوں اور دوسرے غیر عیسائی ملکوں میں عیسائیت کی تبلیغ پر کس طرح کروڑوں روپیہ صرف کرتی ہیں۔ یہ میرزا محمود احمد ہی کا کمال تھا کہ ایک غریب جماعت کے چندوں سے خود عیسائیت کے اپنے گھر میں دینِ حق کا جھنڈا گاڑ دیا۔ جبکہ کسی حکومت کی امداد تو رہی ایک طرف یہاں تو آئے دن مولوی لوگ خواہ مخواہ بھی غلغلہ بلند کئے رکھتے ہیں۔

دینِ حق کے تبلیغی مشن ایک صدقہ جاریہ کا حکم رکھتے ہیں۔ ان کے قائم کرنے والے کی روح کو ابد الآباد تک ثواب پہنچتا رہے گا۔ اور اس عظیم مجاہدِ دینِ حق کا نام تاریخ خدمتِ دینِ حق میں سب سے اوپر کندہ ہو گا۔ میں اس جماعت کا اس لئے بھی ممنون ہوں کہ انہی کے ایک مربی نے میرے بیٹے کو امریکہ میں بروقت ایسا لٹریچر سپلائی کیا جس نے اسے عیسائیت کے کیمپ میں چلے جانے سے باز رکھا۔

مولا کریم سے میری عاجزانہ دعا ہے کہ میرے آقا محمد الرسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کی عظمت کا جھنڈا بیرونی دنیا میں گاڑنے والی جماعت ہمیشہ پھلے پھولے۔ نئے امام کو وہ تمام اشاعتی منصوبے پورے کرنے کی توفیق ملے جو جناب میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی بے وقت موت سے ادھورے اور نامکمل رہ گئے ہیں۔"

(ہفت روزہ لاہور ۲۰ دسمبر ۱۹۶۵ء
صفحہ ۲)

ایک نہایت زیرک اور معاملہ فہم بزرگ کا انتقال

لاہور کے ایک مشہور سکالر جناب ڈاکٹر وحید قریشی صاحب ایم اے پی ایچ ڈی لاہور حضور کی وفات پر اپنے تاثرات کا ان الفاظ اظہار کرتے ہیں:۔

"سابق امام جماعت احمدیہ کی وفات حسرت آیات سے آپ کو جو دلی صدمہ ہوا ہے اس کے لئے تعزیت کے الفاظ ناکافی ہیں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کے انتقال سے پاکستان ایک نہایت زیرک اور معاملہ فہم بزرگ سے محروم ہو گیا ہے۔ ان کی اعلیٰ تنظیمی صلاحیتوں نے پاکستان اور بیرونی

پاکستان بیشتر دفعہ خراج تحسین حاصل
کیا۔ مرحوم یقیناً اس تعریف و تحسین کے
حقدار تھے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کا (ڈاکٹر) وحید قریشی (لاہور)
ایم اے (ہسٹری) ایم اے پی ایچ ڈی (فارسی)
(ہفت روزہ "لاہور" ۶ر دسمبر ۱۹۶۵ء)

دینِ حق کا نامور فرزندِ جلیل

مکرم ندیم جعفری صاحب ڈیرہ غازیخان نے
حضور کی وفات کی خبر پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے
آپ کو دین حق کا نامور فرزند جلیل قرار دیا۔ آپ
ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ لاہور کو مخاطب کرتے
ہوئے لکھتے ہیں :-

"مکرمی و محترمی! سلام و تحیات!
"لاہور" اور دیگر قومی جرائد کے ذریعہ حضرت
میاں صاحب (امام جماعت احمدیہ) کی وفات
حسرت آیات کی خبر معلوم کر کے بے حد صدمہ
ہوا۔ قبلہ میاں صاحب عالم اسلام
کے ایک نامور فرزند جلیل تھے۔ انہوں
نے اسلام کی جو خدمت کی ہے اس
صدی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مرحوم
نے جماعت احمدیہ میں ایک روح پھونک
دی تھی۔ آپ راسخ العقیدہ ......
تھے۔ ان کی رحلت سے ملک و قوم اور
ادب کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔
ان کے دل میں اسلام اور خدمت اسلام
کی ایک سچی تڑپ تھی ع
ایں آتش نیرنگ نسوزد ہمہ کس را
مذہب، فلسفہ اور ادب میں جواہر پارے
آپ نے بکھیرے ہیں۔ وہ زندۂ جاوید رہیں
گے۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کو ایک سخت
چٹان بنا دیا ہے۔ خدا انہیں کروٹ کروٹ
جنت نصیب کرے۔"

ندیم جعفری (ڈیرہ غازیخان)
(ہفت روزہ لاہور ۶ر دسمبر ۱۹۶۵ء
صفحہ ۲)

رسول کریمؐ کی محبت کے نشے میں چور رہنما

ایک ریٹائرڈ پولیس افسر حضور کی وفات
کی خبر پر مکرم مدیر صاحب لاہور ثاقب زیروی صاحب
کو لکھتے ہیں :-

"جناب ثاقب! ہدیۂ نیاز آپ نے
بانی جماعت احمدیہ کے فرزند ارجمند جناب
میرزا بشیر الدین محمود احمد کے بارے میں اپنے
پچھلے دو تین پرچوں میں جو کچھ چھاپا اور
لکھا ہے اس کا لفظ لفظ دل میں اتر جانے
والا ہے۔ مرحوم واقعی اَن گنت خوبیوں کے
مالک تھے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مجھے مرحوم سے سب سے پہلی دفعہ شرفِ
نیاز تقسیم سے بہت قبل ڈلہوزی میں
حاصل ہوا تھا۔ ان دنوں متحدہ ہندوستان
کے ایک وائسرائے صاحب (جن کے خاندان
کے بعض افراد برطانیہ میں پادری تھے اور احمدی
...... کی یورپ میں تبلیغی کوششوں پر
برہم تھے) جماعت سے ناراض تھے۔ شاید
انہیں ان دنوں لندن میں جماعت احمدیہ کی
بنائی مسجد ...(بیت) خاص طور پر کھٹک رہی
تھی اور ان دنوں سپیشل پولیس کی ڈیوٹی
جناب میرزا صاحب پر لگی ہوئی تھی۔ میں اُن
دنوں صرف انسپکٹر تھا۔ میں ڈلہوزی
پہنچا اور اپنے فرض منصبی کی انجام دہی
کے لئے مرحوم و مغفور کی قیام گاہ کے بہت
قریب ہی ٹھہرا۔ میں نے کار سرکار کی غرض
سے ان کی نمازوں میں بھی شرکت کی، ان
کے درس بھی سنے اور دیگر علمی اور قومی سرگرمیاں
بھی دیکھیں۔ میرے دل نے شدت کے ساتھ
محسوس کیا کہ

یہ شخص تو رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم) کی محبت کے نشے میں چور ہے اور
اس کی رگ رگ میں اسلام اور مسلمانوں
کا درد رچا ہوا ہے۔ میں محض پیٹ کا جہنم
بھرنے کے لئے ایسے شخص کے خلاف ہرگز کوئی
غلط رپورٹ نہیں بھجواؤں گا۔

چنانچہ میری اسی بات پر میرا ہندو
ایس پی ناراض بھی ہو گیا اور میری تبدیلی
کر دی گئی جس پر میں نے خدا کا شکر
ادا کیا۔

دوسرا موقع اُن کی اعلیٰ رہنمایانہ بصیرت
کو دیکھنے کا ۱۹۵۳ء میں ملا۔ جب کچھ نظر تا
کانگرسی مسلمانوں نے اقتدار پرست سیاستدانوں
کے ساتھ مل کر ان کی جماعت کے خلاف ایسے خونریز
ہنگامے کرائے کہ ملک کا قیام ہی خطرے میں
پڑ گیا تھا۔ اس دور میں جب چاروں طرف
سیاسی آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے
جماعت کو اس آگ سے صحیح و سالم بچا لے
جانا اور اس کے بعد بھی جماعت کی اپنے ملک
اور اس کی حکومت سے محبت اور اطاعت
کے جذبے میں فرق نہ آنے دینا صرف میرزا
محمود ہی کا کام تھا۔ خود میرے دل نے ان
کی وفات کی خبر سن کر یوں محسوس کیا ہے
جیسے وطن عزیز کا ایک عظیم فرزند چل
بسا ہو جس کی دور بیں نگاہ دس دس
سال پیشتر ہی حالات کا رُخ بھانپ لیا
کرتی تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے ملک
پاکستان پر رحم کرے۔ اس کے صاحب
بصیرت فرزند ایک ایک کر کے اس محفل سے
اٹھتے چلے جا رہے ہیں۔

(ایک ریٹائرڈ پولیس افسر)
(ہفت روزہ لاہور ۶ر دسمبر ۱۹۶۵ء ص۲)

جن کی موت پورے عالم کی موت ہے

غیر از جماعت دوست محمد عبداللہ صاحب مدرس
تجوید القرآن وزیر آباد نے آپ کی وفات پر حسب ذیل
جذبات سے عقیدت کا اظہار کیا :-

"حضرت اقدس مرحوم کے وصال پر
رنج و غم کا اظہار کرتا ہوں جن کی بے موقع
موت سے آپ کی جماعت میں ایک عظیم اور
ناقابل تلافی خلا پیدا ہوا ہے اور جن کی
موت پورے عالم کی موت ہے۔ اللہ پاک
مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مقام
نصیب فرمائیں آمین۔ اور آپ سب کو
صبر جمیل عنایت کرے۔ میں ایک غیر احمدی
قاری قرآن ہوں جو کہ آج سے قریباً چار ماہ
قبل سخت قسم کا شکی تھا۔ اب میری وہ
حالت نہیں ہے۔ میں نے آپ کی چند کتابیں
جو کہ مرزا صاحب کی تصنیف ہیں بغور
پڑھی ہیں۔ جن سے بہت زیادہ متأثر
ہوا ہوں۔" (الفضل ۲ر دسمبر ۱۹۶۵ء ص۵)

موجودہ صدی کی بزرگ ترین ہستی

ایک غیر از جماعت دوست مکرم منظفر علی صاحب قریشی شجاع آباد ضلع ملتان نے حضور کی رحلت کی خبر پر حسب ذیل الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔

"..... حضرت خلیفہ مرزا صاحب کی رحلت کی خبر سن کر از حد افسوس ہوا۔ آپ میرے نزدیک اس صدی کی بزرگ ترین ہستی تھے۔ آپ نے دین حق کی اشاعت کے لئے جو کچھ کیا وہ غیر جانبدار مبصر کے لئے ایک خزینہ کی حیثیت رکھتا ہے وہ آپ کے روحانی پیشوا تھے جو صدمہ آپ کو پہنچ سکتا ہے اس کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے۔ بہرحال اللہ کریم سے دعا ہے کہ اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔" (روزنامہ الفضل ۲۷ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۴)

ایک بزرگ ہستی دنیا سے اٹھ گئی

مکرم خان نذیر محمد خان صاحب ایڈووکیٹ جھنگ کے آپ کی وفات کی خبر پر حسب ذیل تاثرات ہیں:۔

"..... جناب حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کی وفات کی خبر سن کر افسوس ہوا ہے۔ جلسہ ربوہ سالانہ میں دو مرتبہ ان کے ارشادات عالیہ سننے کا مجھے شرف حاصل ہوا۔ پہلے ایام تعلیم میں بمقام بریڈلا ہال لاہور میں صاحب موصوف کی بلند پایہ تقریر سننے کا اتفاق ہوا۔ ان کی وفات سے ان کا خلا پر کرنا بہت مشکل امر ہے۔ ایک برگزیدہ ہستی دنیا سے اٹھ گئی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون..." (الفضل ۲۷ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۴)

بلند اخلاق غریب پرور تنظیم احمدیہ کے علمبردار

غیر از جماعت سید غلام شبیر صاحب میر پور آزاد کشمیر نے آپ کو حسب ذیل صفات کا مظہر قرار دیا وہ لکھتے ہیں:۔

"..... آج کی ریڈیو نشریات انتہائی رنج و غم کے عالم میں سنی گئیں جبکہ یہ خبر نشر ہوئی کہ آج جناب مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کا ربوہ میں انتقال ہو گیا ہے۔ صاحب موصوف ایک بلند اخلاق غریب پرور اور دیگر کئی صفات کے علاوہ تنظیم احمدیہ کے علمبردار تھے انہوں نے نمایاں طور پر قومی و مذہبی خدمات انجام دی ہیں۔ مجھے صاحب موصوف کی وفات پر دلی دکھ ہوا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ انہیں اللہ تبارک اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔" (الفضل ۲۷ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۴)

آپ کی روحِ مبارک پر لاکھوں درود کا نذرانہ

غیر از جماعت دوست مشتاق احمد صاحب قریشی دارالحکومت آزاد کشمیر نے حضور کی وفات پر حسب ذیل الفاظ میں نذرانہ عقیدت پیش کیا:۔

"..... پرسوں کا اخبار پڑھ کر بڑی ذاتی کوفت ہوئی جس میں حضرت خلیفہ صاحب کی اچانک وفات کا لکھا ہوا تھا۔ دل میں بیحد الم ہے کہ بار بار پڑھا مگر بحیثیت ایک فوجی کے از قطعے ۶.۳.۴ میں ہونے کے کچھ بھی نہ کر سکا۔ البتہ ضرور کیا کہ حضرت صاحب کی روحِ مبارک کو لاکھوں درود بھیجے اور ان کی روح کے لئے قرآن مجید پڑھنے کا مصمم وعدہ کیا۔ خداوند کریم حضرت صاحب کو اپنے خاص بندوں میں جگہ دے.....

...میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت خلیفہ صاحب کو جنت میں خاص جگہ دے اور ان کے طفیل جماعت احمدیہ کو دنیا میں سرفراز کرے۔" (الفضل ۲۷ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۴)

کشمیریوں کا محسن و غمگسار رہنما

کلیم اختر صاحب لاہور نے آپ کی وفات پر اپنے حسب ذیل تاثرات قلمبند کر کے بھجوائے جو ہفت روزہ لاہور ۲۲ نومبر ۱۹۶۵ء کے شمارہ میں اشاعت پذیر ہوئے۔ بعنوان کشمیریوں کا محسن و غمگسار رہنما حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد لکھتے ہیں:۔

"مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے

کسی انسان کی عظمت و شوکت اور خلوص و انسانیت کا پتہ اس وقت لگتا ہے جب وہ مشیت ایزدی کے مطابق اس بھری دنیا کو چھوڑ کر دور بہت دور فلک کی نیلگوں وسعتوں میں گم ہو جاتا ہے ــــ اور اس جانے والے سے وابستہ افراد اس کی زندگی کے نقوش کے درخشندہ چراغوں کی روشنی کو ڈھونڈتے بھی ہیں اور اس کے جلائے ہوئے چراغوں کی لو کو تیز تر کرنے کی سعی بھی کرتے ہیں ــــ وہ لوگ خوش بخت اور عظیم ہوتے ہیں جن کے بعد اُن کے معتقدین اسی تڑپ اور ولولے سے اُن کے مشن کو چلاتے ہیں اور میری ادنیٰ دانست میں میرزا بشیرالدین محمود احمد کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی عقل و فراست حکمت و تدبر اور محنت اور جرأت سے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے عمر عزیز صرف کر دی۔

میرزا بشیرالدین محمود احمد ایک فرقہ کے خلیفہ اور امام تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں اپنی جماعت کی تنظیم و ترتیب، ضبط و نظم، نشر و اشاعت کے لئے جو کچھ کیا ہے اس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ گو اُن کے لئے ان کا یہ کام مذہبی فریضہ، دینی عقیدہ اور ایمان کی حیثیت رکھتا تھا۔ مگر دینی و مذہبی مصروفیات کے علاوہ انہوں نے ہندی مسلمانوں کی سماجی، تعلیمی اور معاشرتی زندگی کے سنوارنے کے لئے جو کچھ کیا وہ لائق صد تحسین ہے۔

میرزا بشیرالدین محمود احمد (صاحب) نے ان میدانوں میں جو کچھ کیا ہے۔ اس کی تحقیق اور اس کا جائزہ مجھ جیسے عام آدمی کا کام نہیں ہے۔ میں تو اس مختصر سے مضمون میں صرف اس عظیم المرتبت انسان کی جدائی کا سوگ اور غم سُنا رہا ہوں جس نے ہندوستان میں سب سے پہلے میری جنم بھومی (ریاست جموں و کشمیر) کے عوام کی محکومی و مظلومی کے خلاف آواز بلند کی۔ نہ صرف آواز بلند کی بلکہ اس کے لئے عملی جد و جہد کی ایک ایسی روشن مثال قائم کی جو آج تاریخ کشمیر کا ایک درخشندہ اور روشن باب بن گیا ہے۔

کشمیری عوام کے لئے جب بھی ہندوستان (اور اب) پاکستان سے آواز بلند ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں میرزا صاحب (مرحوم و مغفور) کا ہمیشہ عمل دخل رہا۔ انہوں نے ۱۹۳۱ء کی تحریک حریت کشمیر کے آغاز سے بہت پہلے کشمیری عوام کی رستگاری کے لئے کیس اور برطانوی حکومت کو مہاراجہ کشمیر کے ناروا مظالم و تشدد سے آگاہ کیا اور یہ ایک تاریخی

حقیقت ہے کہ کشمیر کے مسئلہ آزادی کو غیر ممالک میں سب سے پہلے مرزا صاحب نے ہی پیش کیا۔ یہ درست ہے کہ جماعتِ احمدیہ کی کتابوں اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی تصانیف میں کئی مقامات پر کشمیریوں کی رستگاری اور آزادی کے واضح اشارے ملتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے کئی مقامات پر ایسی پیشگوئیاں بھی کی ہیں جن کی رُو سے کشمیری عوام کی آزادی ضروری ہے۔ چنانچہ انہی پیشگوئیوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا تڑپتا ہوا دل عملی کام کے لئے مچلا۔ آپ نے علامہ اقبال کی رفاقت سے کشمیر کمیٹی کی تشکیل کی اور اس میں ہندوستان کے چوٹی کے لیڈروں کو جمع کیا۔ کشمیریوں کے لئے وظائف مقرر کئے۔ رضاکاروں کی دیکھ بھال کا کام کیا۔ کشمیر کے سیاسی لیڈروں اور کارکنوں کو فکرِ معاش سے آزاد کیا۔ اور میں ایک مصدقہ اطلاع کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ کشمیر کی بیشتر سیاسی جماعتوں کو میرزا صاحب مرحوم و مغفور سے جماعتی رنگ میں بھی اور ذاتی طور پر بھی امداد ہوئی۔ کشمیر کے ہر مکتبِ فکر کے سیاسی لیڈروں کو میرزا صاحب کی اس ہمدردی اور کوشش کا اعتراف ہے اور تا زیست رہے گا۔

کشمیر سے میرزا صاحب کو جو محبت و عقیدت تھی۔ اس کے اظہار و بیان کے لئے کئی کتابیں درکار ہیں۔ راقم الحروف کو ان سے "مسئلہ کشمیر" پر گفتگو کرنے کا دو بار شرف حاصل ہوا۔ دونوں مرتبہ اس عظیم اور محبوب انسان نے اپنی علالتِ طبع کے باوجود کئی کئی گھنٹے "قصرِ خلافت" میں ملاقات کا وقت دیا۔ ایک بار ہم بہت سے دوست مشہور اور متعدد صحافی مولوی ظہور الحسن صاحب (جو کہ میرے بڑے واجب الاحترام دوست اور بزرگ ہیں) کی وساطت سے ملے۔ میرزا صاحب سوئٹزرلینڈ سے تشریف لائے تھے۔ ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا تھا۔ ہم نے ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ جو آپ نے قبول فرمائی۔ اُن کے پرائیویٹ سیکرٹری نے کہا کہ ملاقات صرف دس منٹ کے لئے ہوگی۔ مگر جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ان میں بہت سے لڑکے کشمیر کی ریاست کے رہنے والے ہیں تو انہوں نے وقت کی پابندی ختم کر دی۔ آپ نے ہمیں کشمیر کی ریاست کی کہانی اور سیاست کے سارے اسرار و رموز سے آگاہ کیا۔ اُن کا پُر نور چہرہ کشمیر کا نام سنتے ہی سُرخ اور پُر جلال ہو گیا۔ آنکھوں میں چمک تھی۔ مگر ایسے معلوم ہوتا تھا کہ آبدیدہ ہیں۔ شیر کشمیر کا ذکر بڑی محبت سے کیا۔ اس کی مشکلات کا تذکرہ کیا اور وہ باتیں بتائیں جو انہوں نے اس وقت کے وزیر اعظم چودھری محمد علی کو کشمیر سے متعلق کہی تھیں — اسی ملاقات کے دوران میں فرمایا کہ کشمیر کے متعلق جو کچھ پوچھنا ہے مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ (اور پھر مولوی ظہور الحسن صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا) اس سے پوچھو۔ اس نے اپنی عمرِ عزیز کا بیشتر حصہ اس تحریک میں گزارا ہے۔

کشمیر کے لئے انہوں نے "کشمیر کمیٹی" بنائی — چودھری ظفر اللہ خان، شیخ بشیر احمد اور دیگر وکلاء کو کشمیریوں کے مقدمات کے لئے بھیجا۔ اور جنگِ کشمیر کے دوران جماعت احمدیہ کی "فرقان فورسز" محاذ پر لڑتی رہیں۔

میرزا صاحب کو کشمیریوں کے مقدمہ میں جو دلچسپی اور اُنسیت تھی۔ اس کا اندازہ اس بات ہی سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ہمیشہ اس مسئلہ کو اوّلیت دی۔ اس کے لئے قربانیاں دیں اور اس کے لئے وہ کچھ سُنا اور برداشت کیا جو صرف اُن جیسے بڑے ظرف والا انسان ہی سُن کر برداشت کر سکتا ہے۔

میرزا صاحب عملاً گزشتہ کئی سالوں سے جماعتی سرگرمیوں سے علیحدہ تھے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ وہ اس گوشہ نشینی میں بھی کشمیر کی صورتِ حال سے باخبر رہتے ہوں گے۔

جماعتِ احمدیہ سے وابستہ لوگوں کو تو اس بات پر غم اور افسوس ہے کہ اُن کا عظیم رہنما اور مذہبی پیشوا اُن سے بچھڑ گیا ہے۔ اور میں آج حیران و غمگسار ہوں کہ سیاسیات کشمیر کا بانی۔ کشمیریوں کا محسن اور ہمدرد اور ایک عظیم انسان — جو مردِ مومن بھی تھا اور مردِ مجاہد بھی — اس دُنیا سے اُٹھ گیا ہے۔ میں سوچتا ہوں۔ کیا ان کے جانے کے بعد بھی

- ربوہ سے — کشمیریوں کے لئے آواز اُٹھتی رہے گی؟
- جماعتِ احمدیہ کے کارکن اور ایثار پیشہ نوجوان — اب بھی "فرقان فورسز" میں حصّہ لیں گے؟

کیونکہ کشمیر جل رہا ہے — کشمیر کی آزادی کی منزل قریب ہے — کشمیریوں کو اس منزل کا راستہ میرزا بشیر الدین محمود احمد نے دکھایا تھا۔ مگر افسوس کہ وہ جس نے اس چراغ کو روشن کیا تھا۔ کشمیریوں کی آزادی کا دن دیکھنے سے پہلے ہی چل بسا اس لئے ہم سب کا اور بالخصوص جماعت احمدیہ کا فرضِ اوّلین ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تحریک کشمیر میں دلچسپی لیں — کیونکہ یہ وہ امانت ہے جو ان کا عظیم المرتبت قائد ان کے سپرد کر گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریقِ رحمت کرے اور جنت الفردوس میں جگہ بخشے ؎

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

(سوگوار۔ کلیم اختر۔ لاہور)

قرآن و علومِ قرآن کی عالمگیر اشاعت۔ اور دینِ حق کی آفاق گیر دعوت

مولانا عبد الماجد دریا آبادی کے مؤقر اخبار صدق جدید لکھنؤ مجریہ ۱۹ نومبر میں حضور کی وفات پر بعنوان امام جماعت احمدیہ کا انتقال حسبِ ذیل نوٹ شائع کیا:۔

"کراچی سے خبر شائع ہوئی ہے کہ جماعت احمدی (قادیانی) کے امام مرزا بشیر الدین محمود احمد کا ۸ نومبر کو ربوہ میں انتقال ہو گیا۔ مہینوں کیا برسوں سے سخت بیمار چلے آتے تھے اور یہ طویل اور شدید بیماری کلمہ گو کے لئے بجائے خود گناہوں کو دھونے والی اور ان کا کفارہ کر دینے والی ہے — دوسرے عقیدے ان کے جیسے بھی ہوں قرآن و علومِ قرآنی کی عالمگیر اشاعت اور دینِ حق کی آفاق گیر دعوت میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا صلہ اللہ انہیں عطا فرمائے اور ان خدمات کے طفیل میں ان کے ساتھ عام معاملہ درگزر کا فرمائے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح، تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔ (صدق جدید ۱۹ نومبر ۱۹۶۵ء)

(ہفت روزہ بدر قادیان ۲۵ نومبر ۱۹۶۵ء)

میدانِ عمل میں ایک اولوالعزم اور جری قائد

اخبار روشنی سرینگر ۱۱ نومبر میں بعنوان "آل

انڈیا کشمیر کمیٹی کے اولین صدر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب وفات حسرت آیات کے تحت حسب ذیل نوٹ شائع ہوا:-

"ہم نے یہ خبر انتہائی افسوس کے ساتھ سنی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ۸ر نومبر کی صبح کو اس جہانِ فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ (یقیناً ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں)۔

آپ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد و مہدی چہار دہم کے فرزند تھے۔ اور ایک جید عالم اور مفکر تھے۔ تقریر کرنے میں شاید ہی کوئی آپ کا ثانی تھا یہاں تک کہ "اسلام کا اقتصادی نظام" اور "اسلام کا نظام نو" جیسے دقیق موضوعات پر ایک ایک ہی صحبت میں جو تقاریر ہوئیں وہ کتابی صورت میں شائع ہو کر مقبولِ عام ہو چکی ہیں۔ آپ کے عالم و فاضل ہونے کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس سر ظفر اللہ خانصاحب بھی آپ کے مریدوں میں ہیں اور انہی کے الفاظ میں آپ کی ذات صفاتِ حسنہ کا ایک ایسا دلکش مجموعہ پیش کرتی ہے جس کا ایک شخص کے وجود میں بہت نادر ہے۔۔۔ ظاہر اور باطنی علوم کا سرچشمہ بھی ہیں۔ آپ تخیل اور عمل کے میدانوں کے یکساں شہسوار ہیں۔ آپ کی زندگی کا بہت سا حصہ ذکر و فکر میں گزرتا ہے لیکن میدانِ عمل میں آپ ایک اولوالعزم اور جری قائد بھی ہیں۔ لیکن افسوس آپ بھی وہیں چل دیئے جہاں ایک نہ ایک دن سبھوں نے چلنا ہے۔

جناب بشیر الدین محمود احمد صاحب کا ہر کشمیری دل سے مداح ہے کیونکہ تحریک حریتِ کشمیر میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ۱۹۳۱ء میں جب تحریک کشمیر شروع ہوئی تو آپ ہی آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے اولین صدر تھے اور یہ آپ ہی کی کوششوں کا ثمرہ تھا کہ تحریک پروان چڑھی اور اس کا غلغلہ چاردانگ میں ہوا۔ باوجود اس امر کے کہ ہم آپ کی جماعت میں شامل نہیں ہیں۔ پھر بھی آپ روشنی کے آغاز ہی سے ۱۹۵۸ء تک برابر اس کا شوق سے مطالعہ فرماتے تھے۔

آپ کی ولادت ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو ہوئی تھی ۱۹۴۸ء میں قادیان سے ہجرت کرنے کے بعد آپ نے ضلع جھنگ میں "ربوہ" کے نام سے ایک نئی بستی بسائی تھی۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے آپ بیمار تھے اور بالآخر وہیں مولا سے جا ملے۔ آپ کی تجہیز و تکفین اطلاع کے مطابق ۹ر نومبر کی صبح کو ربوہ ہی میں عمل میں لائی گئی۔ ملک بھر ہی میں نہیں بلکہ دنیا بھر کے سارے ممالک میں جہاں جہاں کہ جماعت احمدیہ (قادیانیہ) کے مشن ہیں آپ کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھا گیا۔ اس المناک حادثہ میں ہمیں آپ کے فرزند جناب مرزا وسیم احمد صاحب ناظر امور عامہ، دوسرے متعلقین اور افرادِ جماعت سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل عطا کرے اور مرحوم کو سایۂ رحمت میں جگہ دے۔"

(ہفت روزہ "بدر" قادیان ۱۸ر نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۴)۔

دین حق کے حقیقی خادم مسلمانوں کے بہی خواہ

مکرم نعیم صاحب آگرہ نے آپ کی وفات پر آپ کو اسلام کا حقیقی خادم اور مسلمانوں کا بہی خواہ قرار دیتے ہوئے لکھا:-

"ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اخبار اور ریڈیو کے ذریعہ یہ افسوسناک خبر سننی پڑی جس کے لئے کان اور دل ہرگز تیار نہ تھے۔ حالانکہ امام موصوف کی تصانیف کے مطالعہ کا مجھے زیادہ موقع نہیں ملا۔ تاہم جس قدر اخبار یا دیگر ذرائع سے آپ کے خطبات و مضامین دیکھے ان کی روشنی میں بلا مبالغہ میں کہنے کو تیار ہوں کہ حقیقتاً آپ اسلام کے حقیقی خادم مسلمانوں کے بہی خواہ۔ جماعت احمدیہ کے صحیح سرپرست تھے۔ آپ کی جدائی سے جو خلاء پیدا ہو گیا ہے اس کی تکمیل شاید بڑی دیر سے ہو سکے گی۔

میں اس المناک موقع پر آپ، نیز کل جماعت احمدیہ کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔ اور بارگاہِ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ وہ مرحوم و مغفور کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ نیز جماعت کے ذمہ دار حضرات کو ان کے مشن کی تکمیل کی توفیق دے۔"

(ہفت روزہ بدر قادیان ۲۵ر نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۸)۔

ایک بہت ہی قابل اور ممتاز ہستی دنیا سے اٹھ گئی

حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کی رحلت کی خبر پر روزنامہ حقیقت لکھنو (انڈیا) کے ایڈیٹر جناب انیس احمد صاحب عباسی بی۔اے کاکوروی نے اپنی ۱۰ر نومبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں بعنوان "امام جماعت احمدیہ کی رحلت" حسب ذیل تاثرات پیش کئے:-

"امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی رحلت اس اعتبار سے ایک بڑا سانحہ ہے کہ ایک بہت ہی قابل اور ممتاز ہستی برصغیر سے اٹھ گئی۔ مذہبی اختلافات سے قطع نظر مرزا صاحب مرحوم کی ذات بہت سی صفات کی حامل تھی۔ ان کا تبحر علمی، حیرت انگیز ذہانت اور سیاسی فراست کا بہت سے ممتاز غیر از جماعت افراد کو بھی اعتراف تھا۔ چنانچہ آج سے تقریباً ۶۰ سال قبل مرزا صاحب مرحوم نے یو پی کے دورہ میں ایک روز دن بھر خان بہادر حافظ ہدایت حسین ایم ایل سی بیرسٹر مرحوم کے یہاں کانپور میں بھی قیام کیا تھا۔ حافظ صاحب سے چند روز بعد جب ملاقات ہوئی تو راقم السطور نے ان کو مرزا صاحب کا بہت معترف پایا۔ حافظ صاحب فرماتے تھے کہ ایسے قابل و فاضل اور ایسے روشن ضمیر اور عالی دماغ لیڈر اگر مسلمانوں میں چند ہی پیدا ہو جائیں تو قوم کی حالت سنبھل جائے۔ راقم السطور کو خود بھی کئی مرتبہ مرزا صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور ہر دفعہ وہ ان کی غیر معمولی قابلیت سیاسی بصیرت و فراست سے بہت متاثر ہوا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان میں وہ تمام جوہر تھے جو ایک بڑے قائد میں

ہونا چاہیئے ۔ مذہبی عقائد سے اختلاف رکھنے کی بناء پر کسی بڑی شخصیت کی اعلیٰ صفات اور اس کی قومی خدمات کی قدر و وقعت نہ کرنا ایک بہت ہی افسوسناک کمزوری ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے ۔"

(ہفت روزہ بدر قادیان ۲۵ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ نمبر ۸)

جماعت احمدیہ کے رُوحانی پیشوا

روزنامہ ٹربیون انبالہ مورخہ ۹ نومبر ۱۹۶۵ء میں جماعت احمدیہ کے روحانی پیشوا کی وفات کے عنوان سے جو خبر شائع ہوئی اس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :۔

"کراچی ۸ نومبر مرزا بشیر الدین محمود احمد امام احمدیہ ۔۔۔۔ جماعت آج جماعت کے مرکز ربوہ میں وفات پا گئے ۔ موصوف کے دفن کرنے سے پہلے جماعت کے لئے خلیفہ (رُوحانی پیشوا) کا جماعت کی طرف سے انتخاب کیا جائے گا مرزا صاحب موصوف کے مرید "احمدی" نام سے یاد کئے جاتے ہیں ۔ جو تمام دُنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان میں ایک قابلِ قدر شخصیت سر محمد ظفر اللہ خان ہیں جو اس وقت انٹرنیشنل عدالت کے جج اور قبل ازیں یونائیٹڈ نیشنز جنرل اسمبلی کے صدر رہ چکے ہیں ۔"

(ہفت روزہ بدر قادیان ۲۵ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ نمبر ۸) ۔

جماعت احمدیہ پر غم کے بادل

کٹک اڑیسہ کے آریہ زبان میں شائع ہونے والے روزنامہ "سماج کٹک" میں حضور کے فوٹو کے ساتھ مندرجہ بالا عنوان کے تحت جو نوٹ شائع ہُوا اس کا اردو ترجمہ یہ ہے :۔

"جماعت احمدیہ کے لیڈر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ۸ تاریخ کو جماعت کے مرکز ربوہ میں رحلت فرما گئے ۔

..... مرزا بشیر الدین محمود احمد مرزا غلام احمد کلکی اوتار کے بڑے صاحبزادے تھے ۔ آپ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں قادیان کی سرزمین میں پیدا ہوئے اور ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء میں خلیفۃ المسیح الثانی منتخب کئے گئے ۔

آپ کی زندگی میں جماعت احمدیہ کو انتہائی ترقی حاصل ہوئی اور امریکہ، افریقہ، انگلینڈ جرمنی، سپین، انڈونیشیا، سوئٹزرلینڈ ہالینڈ وغیرہ دُنیا کے مختلف حصوں میں احمدیہ مشن قائم ہوئے ۔ رحلت کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی ۔"

(روزنامہ سماج کٹک ۱۳ نومبر ۱۹۶۵ء)

(ہفت روزہ بدر قادیان ۳ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ نمبر ۸)

لائبیریا (مغربی افریقہ) کے صدر ولیم وی ایس ٹب مین کا تعزیتی پیغام

انچارج مشن لائبیریا مولوی مبارک احمد صاحب ساقی کے نام اپنے تعزیتی پیغام میں لکھتے ہیں :۔

"میں نے ابھی ابھی حضرت محمود احمد صاحب جماعت احمدیہ کے سربراہ کی وفات کے متعلق پڑھا ۔ میں جماعت احمدیہ لائبیریا کو دلی تعزیت پیش کرتا ہوں ، اور ان کے روحانی سربراہ کی وفات پر گہری ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں ۔ مہربانی کر کے میرے ان جذبات کو اپنے مرکز تک پہنچا دیں ۔"

آپ کا مخلص ولیم ۔ وی ۔ ایس ٹب مین

صدر مملکت لائبیریا (مغربی افریقہ)

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۸ نومبر ۱۹۶۵ء)

لائبیریا کے ایک عیسائی دوست کا اظہارِ تعزیت

لائبیریا (مغربی افریقہ) کے ایک عیسائی دوست MR. TERLITH NWOLO SR جو وہاں کی دار ایسوسی ایشن کے ممبر تھے اور سیرالیون کے ایک احمدی دوست کے ہمراہ ۱۹۶۲ء میں ربوہ میں حضور سے ملاقات کی تھی ۔ انہوں نے حضور کی وفات کی خبر سن کر کہا کہ :۔

"اخبار "لائبیرین سٹار" کے آج کے شمارہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کی وفات جو ۸ نومبر کو ربوہ پاکستان میں ہوئی کی خبر پڑھ کر بہت افسوس ہُوا ۔ حضرت ..... صاحب جماعت احمدیہ کے سربراہ تھے ۔ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے عاشق تھے ۔

مجھے حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی سے ۳۰ مارچ ۱۹۶۲ء کو ربوہ میں ملاقات کا موقع ملا جب کہ آپ بیمار تھے باوجود بیماری کے آپ افریقن بھائیوں سے مل کر بہت خوش ہوئے ۔ میرے ساتھ سیرالیون ایکس سروس مین ایسوسی ایشن کے سیکرٹری مکرم ابو مگیا کمارا بھی تھے ۔ ہم آپ کی چارپائی کے پاس دو زانو ہو کر بیٹھ گئے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سفر کے دوران آپ کی مدد کرے اور خیریت سے واپس افریقہ لے جائے ۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ میری دردمندانہ دعاؤں کو قبول کر لے کیونکہ اصولی طور پر افریقہ اور ایشیا ایک ہیں ۔ اللہ تعالیٰ افریقہ اور ایشیا کے لوگوں کو توفیق دے کہ وہ متحد ہو کر دُنیا کو حقیقی روشنی سے آشنا کریں اور دُنیا میں امن قائم کرنے کا باعث ہوں ، بالآخر آپ نے اپنے بابرکت ہاتھ ہمارے سروں پر رکھتے ہوئے ہمیں برکت دی ۔

اس عزت افزائی کی بناء پر جس سے حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے ہمیں نوازا تھا میرا پیغام ہمدردی نئے منتخب خلیفہ جو اُن کے بیٹے بھی ہیں صدر انجمن احمدیہ کے افسروں اور جماعت کے تمام ممبروں کو پہنچا دیں ۔ حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کی وفات نہ صرف مسلمانوں کے لئے نقصانِ عظیم ہے بلکہ تمام دُنیا کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان ہے ۔ میں آپ کے ساتھ دعاؤں میں شریک ہوں ۔ اللہ تعالیٰ متوفی کے درجات بلند کرے ۔"

(الفضل ۲۸ نومبر ۱۹۶۵ء) ۔

یہ سب آراء تو بطور نمونہ مشتے از خروارے ہیں ۔ ورنہ جیسا کہ حضور کی ولادت سے قبل اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق خوشخبری دی کہ

"وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا ۔"

آپ نے اکنافِ عالم میں شہرت پائی لہٰذا آپ کی

(باقی صفحہ ۸ پر)

ضلع فیصل آباد کے دیہات میں

احمدی مسلمانوں پر ظالمانہ حملے

احباب جماعت سے ماہ رمضان المبارک میں ان مظلومین کے لئے دعا کی درخواست

(رشید احمد چوہدری، پریس سیکرٹری)

پنجاب پاکستان کے ضلع فیصل آباد کے دو گاؤں چک نمبر ۵۶۳/گ ب اور چک نمبر ۵۶۵/گ ب میں خصوصاً اور سارے علاقہ میں عموماً جماعت احمدیہ کے افراد پر ایک عرصہ سے ظالمانہ حملے ہو رہے ہیں جن کی اطلاع ضلع کی انتظامیہ اور حکام بالا تک تاروں اور درخواستوں کے ذریعہ پہنچائی گئی ہے۔ ان درخواستوں میں چوٹی کے شریر لوگوں کے نام تک درج کئے گئے ہیں مگر ابھی تک کوئی نتیجہ بر آمد نہیں ہوا۔

ان گاؤں میں جگہ جگہ احمدیوں کے خلاف نازیبا اور دلآزار عبارات لکھی ہوئی ہیں اور ہر جگہ احمدیوں کو نفرت کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ بعض دفعہ شریر لوگ ٹولیوں کی صورت میں احمدی مسلمانوں کے گھروں پر جاتے ہیں اور گھر کے مکینوں کو شدید ڈراتے دھمکاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یا تو احمدیت سے توبہ کر لو یا پھر سنگین نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ گاؤں کی مساجد سے روزانہ بلاناغہ احمدیوں کے خلاف نفرت اور دلآزاری پھیلائی جا رہی ہے۔ لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ عوام کو احمدیوں کے خلاف بھڑکایا جا رہا ہے اور دوسری طرف بزرگان جماعت احمدیہ کے خلاف حد درجہ دشنام دہی کر کے احمدی مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا جاتا ہے۔ بچوں کو سکول جانے سے روکا جاتا ہے اور سکولوں میں احمدی بچوں کے ساتھ دوسرے درجہ کے شہریوں جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ اساتذہ حضرات ان کے ساتھ من مانی کارروائیاں کرتے ہیں اور کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں۔ کچھ عرصہ سے حالات تیزی سے سنگین صورت حال اختیار کرتے جا رہے ہیں اور اندیشہ ہے کہ اگر حکام بالا کی طرف سے اس دہشت گردی کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہوئی تو ایک مرتبہ پھر قتل و غارت تک نوبت پہنچے گی۔ ۱۹۸۹ء میں ان چکوک کے احمدی مسلمانوں پر بے پناہ ظلم ڈھائے گئے۔ احمدیوں کے گھروں کو نذر آتش کیا گیا۔ ان کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ احمدیہ مساجد کو مسمار کر دیا گیا۔ احمدیوں کو زبردستی ان کے گھروں سے نکل جانے پر مجبور کیا گیا۔ احمدی مسلمانوں کو جھوٹے مقدمات میں ملوث کر کے جیلوں میں ڈالا گیا۔ اس دوران جماعت احمدیہ کے احباب نے صدر پاکستان، وزیر اعظم پاکستان، گورنر صاحب پنجاب، وزیر اعلیٰ پنجاب اور ضلعی انتظامیہ کے افسران کو حالات سے باخبر کیا مگر کسی نے ان کی دادرسی نہ کی۔ گزشتہ سات سال سے ان علاقوں میں احمدی مسلمانوں کے بنیادی انسانی حقوق کو تلف کیا جا رہا ہے اور جماعت احمدیہ کے افراد پر ہر طرح کا ظلم روا رکھا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ احمدی مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے گھروں سے نکل کر سفر کرنا محال ہو گیا ہے۔ احمدیوں کے ساتھ بائیکاٹ کی وجہ سے تانگے والے احمدیوں کو تانگے پر نہیں بٹھاتے اور اگر کوئی ایسی جرات کر بھی لے تو احمدیوں کے ساتھ اس تانگے والے کو بھی زدوکوب کیا جاتا ہے۔ بسوں کو روک کر چھان بین کی جاتی ہے کہ کہیں کوئی احمدی مسلمان تو سفر نہیں کر رہا۔ اگر کوئی احمدی مسلمان قابو آ جائے تو اسے شدید اذیت پہنچائی جاتی ہے۔ مجبوراً اگر احمدی پیدل سفر کرنے کا ارادہ باندھیں تو راستے میں غنڈے ان کا راستہ روک کر انہیں طرح طرح سے پریشان کرتے ہیں اور مارتے پیٹتے ہیں۔ ان غنڈوں نے منظم طور پر سارے علاقہ میں احمدیوں کے خلاف دہشت پھیلا رکھی ہے۔ ظفروال کے لاریوں کے اڈہ پر انہوں نے باقاعدہ اپنا دفتر قائم کیا ہوا ہے اور وہاں سے یہ لوگ روزانہ احمدی مسلمانوں پر مظالم ڈھاتے ہیں اور بسوں میں سفر کرنے والے احمدی مسافروں کو تنگ کرتے ہیں اور بعض دفعہ اتنا شدید زدوکوب کرتے ہیں کہ وہ لہو لہان ہو جاتے ہیں۔

اس ظلم کے خلاف متعدد بار تھانے میں رپورٹ درج کرائی گئی مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ ظلم و تشدد کے علاوہ جب موقع ملے یہ غنڈے جماعت احمدیہ کے افراد کو مختلف جھوٹے مقدمات میں پھنسا دیتے ہیں جو سالہا سال تک چلتے ہیں اور جن کے لئے احمدی مسلمانوں کو اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر عدالتوں میں حاضری دینی پڑتی ہے۔

ان سنگین حالات میں سے گزرنے کے باوجود احمدی مسلمانوں نے صبر و استقامت کو نہیں چھوڑا اور فقید المثال حوصلے کا مظاہرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو احسن جزاء دے۔

نائب امیر جماعت احمدیہ فیصل آباد کے گھر میں ڈاکہ

یہ خبر بھی موصول ہوئی ہے کہ مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۹۶ء کو شام ۷ بجے کے قریب شیخ مظفر احمد صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ فیصل آباد کے گھر واقع مدینہ ٹاؤن میں ڈاکہ پڑا۔ تفصیلات کے مطابق مکرم شیخ صاحب اپنے دفتر سے فارغ ہو کر کار پر اپنے گھر پہنچے تو نوکرانی نے گیٹ کھولا جس پر کار کے پیچھے ہی چار مسلح ڈاکو اندر آ گئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گلی میں کہیں چھپے ہوئے تھے۔ شیخ صاحب نے خیال کیا کہ وہ کار لینے آئے ہیں اس لئے انہوں نے کار کی چابی ان کے حوالے کر دی مگر وہ گھر کے اندر آ گئے اور شیخ صاحب اور ان کی اہلیہ پر اسلحہ تان کر کہا کہ زیور اور نقدی ہمارے حوالے کر دو۔ اگر نہ دیا تو ہمیں کسی ایک کو ٹھکانے لگانا پڑے گا۔ شیخ صاحب نے بیوی سے کہا کہ زیور ان کے حوالے کر دو۔ چنانچہ انہوں نے پونے دو لاکھ روپے کا زیور اور نقدی اپنے قبضہ میں کر لی۔ اور وی سی آر بھی اٹھا لیا۔ اس کے بعد انہوں نے گھر کے تمام افراد کو ایک کمرہ میں بند کر کے تقریباً ۲۰ منٹ سارے گھر کی تلاشی لی اور پھر بغیر کار لئے چلے گئے۔

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اپنے ان مظلوم بھائیوں کے لئے رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کے حضور خصوصی دعائیں کریں تا کہ اللہ تعالیٰ تمام احمدیوں کو دشمن کے ہر شر سے محفوظ رکھے اور ہر طرح اپنی پناہ میں رکھے۔

رمضان اور عید الفطر کی حقیقی خوشیاں

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "زَیِّنُوْا اَعْیَادَکُمْ بِالتَّکْبِیْرِ" (طبرانی فی الاوسط) وَفِیْ رِوَایَۃٍ زَیِّنُوْا الْعِیْدَیْنِ بِالتَّھْلِیْلِ وَالتَّکْبِیْرِ وَالتَّحْمِیْدِ وَالتَّقْدِیْسِ (حلیہ لابن نعیم)

ترجمہ:
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عیدوں کو خدا کی کبریائی بیان کرتے ہوئے سجاؤ۔ ایک اور روایت میں ہے آپ نے فرمایا کہ تکبیر و تہلیل' اور حمد و ثناء کرتے ہوئے اور خدا کی تقدیس ظاہر کرتے ہوئے اپنی عیدوں کو زینت بخشو۔

تشریح:
"عید الفطر" کی حقیقت اور اس کے فلسفے سے غافل ہو کر بعض احمدی نوجوان بھی یہ باتیں کرتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ ہماری عید تو بہت ہی بور عید ہوتی ہے وہ دنیا کی عیدوں کے ساتھ جب اس عید کا مقابلہ کرتے ہیں تو یہی نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہماری عید تو تھکا دینے والی اور اکتاہٹ پیدا کرنے والی عید ہوتی ہے۔ نہ کہیں میوزیکل ہالز Musical Halls میں جانے کا پروگرام ہے نہ ڈوم مراثی کوئی ناچ دکھاتے ہیں نہ کوئی تھیٹرز ہیں نہ سینما ہیں نہ ناچ گھر ہیں کہ جہاں جا کر دل بہلائے جائیں نہ دنیا کی شراب بٹتی ہے کوئی بھی تو ایسا فعل نہیں جو دنیا اپنی عیدیں منانے کیلئے کرتی ہو اور ہماری عید میں وہ پایا جاتا ہو۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم کیا کریں ایک گھر سے دوسرے گھر جا کے تھک جاتے ہیں عید کی مبارکبادیں دیتے دیتے دل اکتا جاتا ہے روزے رکھنے سے معدہ کو عادت نہیں ہوتی کھا کھا کر اور بھی برا حال ہو جاتا ہے کوئی بیمار ہو جاتا ہے تو کسی کو پیٹ کے دورے پڑ رہے ہیں کسی کو کوئی اور مصیبت پڑ جاتی ہے۔ ڈاکٹرز کے پاس جانا پڑتا ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ کونسی اچھی عید ہے۔ اسلام جو سب سے زیادہ شاندار' سب سے کامل اور نقطہ عروج پر پہنچا ہوا مذہب ہو اور اس کی اتنی مشہور عید ہو اور وہ بھی بور ہو اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیوں ہے۔

دراصل یہ ان کی سمجھ کا قصور ہے کیونکہ وہ عید کے فلسفہ سے ناواقف ہیں۔ دراصل ہر وہ چیز جو مقصد سے ہٹ کر دیکھی جائے یا کی جائے اس میں بوریت پیدا ہو جاتی ہے مثلاً اگر کرکٹ کا میچ دیکھنے جائیں اور وہاں ڈوم مراثی ناچ رہے ہوں تو ہو سکتا ہے کہ فیلڈ پر پتھراؤ ہو جائے۔ وہی لوگ جو ناچ پسند کرتے ہیں اس موقعہ پر مشتعل ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کا مقصد تو میچ دیکھنا تھا۔ اسی طرح ایسی خبریں بھی سننے میں آتی ہیں کہ بعض فلموں کو دیکھنے کیلئے لوگ مہنگے ٹکٹ خریدتے ہیں مگر فلم کوئی اور دکھادی جاتی ہے اس پر سینما گھروں کو آگ لگا دی جاتی ہے کرسیاں توڑی جاتی ہیں حالانکہ اگر وہ گھر سے وہی فلم دیکھنے جاتے تو کبھی بور نہ ہوتے۔

پس معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگ اسلامی عید کا مقصد پورا نہیں کر رہے ہوتے اگر بوریت پائی جاتی ہے تو ظاہر ہے اللہ کوئی اور عید دکھانا چاہتا ہے مگر وہ کچھ اور عید دیکھ رہے ہوتے ہیں اور نہیں سمجھ رہے کہ یہ کیا قصہ ہے۔ پس ہم

عید کو قصوروار نہیں کر سکتے ان لوگوں کی عقل اور فہم قصوروار ہوتی ہے اگر ہم نے اس عید کی حقیقی لذت پانی ہے تو دنیا داروں کی عیدیں نہیں بلکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عیدوں کو دیکھنا ہو گا اور انہیں کا رنگ اپنانا ہو گا۔

آپ نے عید کو سمجھنا ہے تو اس درخت کو سمجھیں جس کا یہ پھل ہے اور وہ درخت شجر رمضان ہے جیسے درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے ویسے پھل بھی اپنے درخت سے پہچانے جاتے ہیں رمضان المبارک کے دو اہم اور بنیادی پھل عبادت الٰہی اور بنی نوع انسان کے ساتھ سچی ہمدردی اور پیار اور خدمت خلق اور لوگوں کے دکھ سکھ میں شریک ہونا ہے۔ پس عید کو بھی یہی دو پھل لگنے چاہئیں۔ اگر ہم کوئی اور پھل تلاش کر رہے ہوں تو سخت بور ہوں گے لیکن اگر ان پاکیزہ پھلوں کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے تو عید کا حقیقی لطف اٹھائیں گے۔

رمضان مسلسل ایک عبادت کا ذوق عطا کرتا ہے۔ جو دن میں پانچ نمازیں ادا نہیں کرتے انہیں پانچ نمازوں کی عادت ڈالتا ہے۔ جو پہلے راتوں کو نہیں اٹھتے تھے انہیں اٹھنا سکھایا اور اللہ کی خاطر اپنے سارے وجود کو سجدہ ریز کرنے کا سبق دیا۔ اب جس آدمی کو تیس دن یہ سبق ملا ہو وہ عید کے دن اسے بھلا دے تو عید سے کیسے لطف اندوز ہو گا۔ یہ تو وہ دن ہے جس میں کوشش کرنی چاہئے کہ صبح کی نماز میں پہلے سے بڑھ کر ہماری مسجدیں نمازیوں سے پر ہوں اور رات بھی ہم بیدار ہو کر عبادت کریں۔ چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلّٰهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهٗ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ (ابن ماجہ)

جو محض اللہ دونوں عیدوں کی راتوں میں عبادت کرے تو اس کا دل ہمیشہ کیلئے زندہ کر دیا جائے گا۔ اور اس کا دل اس وقت بھی نہیں مرے گا جب سب دنیا کے دل مر جائیں گے۔ اسی لئے عید کے دن پانچ نمازوں کے ساتھ ایک اور نماز بڑھا دی۔ اس میں یہ سبق دیا کہ خدا اور اس کا رسول کس قسم کی عید کا تم سے توقع رکھتے ہیں۔ پیارے آقا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"پس آج اگر آپ اس جذبہ کے ساتھ نمازیں پڑھیں اور مسجدوں میں رونق بڑھائیں کہ ہماری عید یہی ہے کہ ہم عبادت کریں اور خاص طور پر اللہ کے حضور حاضر ہوں اور عرض کریں لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ اے میرے اللہ میں حاضر ہو گیا اور میں نے تیرے سبق کو بھلایا نہیں ہے۔ اب تو مجھ سے پیار کا اظہار فرما۔ مجھ پر محبت کے جلوے ظاہر فرما۔ تو میرا ہو جا اور مجھے ان عبادتوں کی لذت بخش الغرض جو شخص عید کے دن ایسی نمازیں پڑھے گا اسی کی یہ عید ہو گی وہ عید میں ایسی لذت پائے گا کہ غیر اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا"۔ (الفضل ۲۶ جولائی ۱۹۸۳ء)

اسی لئے آنحضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان عیدوں کو میلوں اور ڈوم مراثیوں کے ساتھ اور سینما اور تھیٹر میں جا کر مناؤ۔ بلکہ فرمایا کہ ان عیدوں کو اللّٰہ اکبر اور لا الٰہ الا اللّٰہ کے ساتھ زینت بخشو خدا کی حمد و ثناء کے ترانے الاپو۔ اس کی محبت کے گیت گاؤ تب تمہاری عید وہ رنگ لائے گی جس کا دنیا دار وہم اور تصور بھی نہیں کر سکتا۔

پھر عید کا دوسرا پہلو خدمت خلق ہے۔ غریب کے دکھ میں شریک ہونا اپنی خوشیاں ان کے ساتھ بانٹنا۔ رمضان کا ایک بہت بڑا سبق یہ ہے کہ امراء غریبوں کے دکھوں کو سمجھنے کے اہل ہو سکیں ان تلخیوں میں سے گذریں جن تلخیوں میں سے اکثر غرباء ہمیشہ گذرتے ہیں۔ پس لازماً اس عید میں بھی خدمت خلق کا پھل لگنا چاہئے۔ یہ دوسرا میٹھا پھل ہے جو اس عید کو قدرتی طور پر عطا ہونا چاہئے۔ لیکن اگر ہم اس پھل کی طرف ہاتھ نہ بڑھائیں اور اپنی لذتیں دوسری جگہ ڈھونڈیں تو یقیناً بور ہوں گے۔ ہمارے پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے ایک خطبہ عید الفطر میں فرماتے ہیں۔

"میں آپ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ آج کے دن امراء اپنے غریب بھائیوں کے گھروں میں جائیں اور وہ تحفے جو

آپس میں بانٹتے ہیں ان میں اپنے غریب بھائیوں کو بھی شامل کریں۔ وہ لوگ جنکو خدا نے نسبتاً زیادہ دولت عطا فرمائی ہے زیادہ تمول کی زندگی بخشی ہے وہ کچھ تحائف لے کر غریبوں کے پاس جائیں اور غریب بچوں کیلئے کچھ مٹھائیاں لے جائیں۔ جو ان کے گھر میں زائد پڑی تھیں۔ اور جو ان کا پیٹ خراب کرنے کیلئے مقدر تھیں۔ غریب بچوں کو دیں تاکہ ایک دن تو ایسا ہو کہ ان کو بھی کچھ نصیب ہو۔ بچوں کیلئے جو ٹافیاں اور چاکلیٹ آپ نے رکھے ہوئے تھے وہ لیں اور بچوں سے کہیں آؤ بچو آج ہم ایک اور قسم کی عید مناتے ہیں ہمارے ساتھ چلو ہم بعض غریبوں کے گھر آج دستک دیں گے۔ ان کو عید مبارک دیں گے ان کے حالات دیکھیں گے اور ان کے ساتھ اپنے سکھ بانٹیں گے"۔ آپ نے صدران محلہ کو بھی تلقین کی کہ وہ فوری طور پر غرباء کی فہرستیں تیار کرلیں اور لوگوں کو ایک ہی گھر کی بجائے مختلف گھروں میں بھجوائیں تاکہ تمام غرباء عید کی خوشیوں میں شامل ہو سکیں) آپ مزید فرماتے ہیں۔

"اس طرح اگر آپ غریب لوگوں کے گھروں میں جائیں گے اور ان کے حالات دیکھیں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بعض لوگ ایسی لذت پائیں گے کہ ساری زندگی کی لذتیں ان کو اس لذت کے مقابل پر ہیچ نظر آئیں گی۔ اور حقیر دکھائی دیں گی کچھ ایسے بھی واپس لوٹیں گے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو بہہ رہے ہوں گے اور وہ استغفار کر رہے ہوں گے اور اپنے رب سے معافیاں مانگ رہے ہوں گے کہ اے اللہ ! ان لوگوں سے ناواقفیت رکھ کر اور ان کے حالات سے بے خبری میں رہ کر ہم نے بڑے ناشکری کے دن کاٹے ہیں ہم تیرے بڑے ہی ناشکر گزار بندے تھے نہ ان نعمتوں کی قدر کر سکے جو تو نے ہمیں عطا کر رکھی تھیں اور نہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال جان سکے۔ اور واپس آکر وہ روئیں گے خدا کے حضور اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان آنسوؤں میں وہ اتنی لذت پائیں گے کہ دنیا کے قہقہوں اور مسرتوں اور ڈھول ڈھمکوں اور بینڈ باجوں میں وہ لذتیں نہیں ہوں گی۔ ان کو بے انتہاء ابدی لذتیں حاصل ہوں گی۔ اور زائل نہ ہونے والے بے انتہاء سرور ان کو عطاء ہونگے۔ یہ ہے وہ عید جو محمد مصطفی ﷺ کی عید ہے یہ ہے وہ عید جو درحقیقت سچے مذہب کی عید ہے"۔

۱۹۸۳ء میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ان ارشادات کی روشنی میں احباب جماعت نے ایک یادگار عید منائی۔ سارے پاکستان کے احمدی احباب خاص طور پر اہل ربوہ نے حضور کا ارشاد سن کر فوراً اپنے غریب بھائیوں کے گھروں کا رخ کیا۔ ان سے عید ملے اور انہیں تحفے تحائف دیئے۔ اور ایسی لذت پائی کہ بعض تو سارا دن ہی غرباء کے گھروں میں گھومتے رہے۔ اور ان کی کنڈیاں کھٹکھٹاتے رہے۔

ایک عمومی جائزہ کے مطابق ربوہ کے ساڑھے پانچ سو غرباء کے گھروں میں لوگ جوق در جوق گئے۔ نمایاں طور پر کام کرنے والے محلہ جات میں رحمت غربی، فیکٹری ایریا، صدر شمالی، دارالفضل، رحمت وسطی، رحمت شرقی، علوم غربی، نصر غربی، باب الابواب، علوم شرقی، ناصر آباد، اور دارالرکات کی رپورٹیں الفضل میں شائع ہوئیں۔ اس موقع پر بہت سے احمدی احباب کے تاثرات الفضل میں شائع ہوئے۔ چند ایک پیش خدمت ہیں۔

"ایک صاحب لکھتے ہیں جب ہم اس گھر سے واپس ہوئے تو ہم دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ ان گھروں کا ذکر کر کے آبدیدہ ہو جاتے رہے ساتھ ہی دل میں انجانی خوشی کا ایک ایسا ناقابل بیان تصور طاری تھا کہ میں نے دل میں سوچا۔ کیا آج سے پہلے کبھی ایسی عید منائی؟ دل نے نفی میں جواب دیا اپنے پیارے امام کے لئے دل سے ہزاروں دعائیں نکلیں جنھوں نے عید منانے کا ایک انوکھا راستہ ہم کو سمجھا دیا۔ خوشیوں اور آنسوؤں کی عید کا"۔

(الفضل ۲۳ جولائی ۱۹۸۳ء)

"آج عید کو گذرے تین ہفتے ہو چکے ہیں مگر اس دن کی لذت آج بھی ذہن میں آتی ہے تو رگ و پے میں ایک

(باقی صفحہ ۴۳ پر)

اے خدا ان سب فراعین کی صف لپیٹ دے جو مسلسل تکبر میں اور جھوٹ میں پہلے سے بڑھ کر چھلانگیں لگا رہے ہیں

پاکستان میں مفسد و شریر ملاؤں کی طرف سے جھوٹ اور شرانگیزی پر مبنی الزامات کی نئی تحریک پر ان کے نام مباہلہ کے چیلنج کا ازسرنو اعلان

(خلاصہ خطبہ جمعہ، ۱۰؍ جنوری ۱۹۹۷ء)

لندن (۳؍ جنوری) : سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور نے سورہ البقرہ کی آیات ۱۸۶، ۱۸۷ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ یہ وہ آیات ہیں جن کی رمضان کے تعلق میں یا رمضان کے آغاز میں بارہا تلاوت کی گئی ہے اور ان کے حوالہ سے مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ آج ایسا جمعہ ہے جو رمضان سے متصل ہے یعنی کل سے رمضان شروع ہو رہا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ "واذا سئلک عبادی عنی فانی قریب" کا وعدہ رمضان کے تعلق میں بطور خاص مومنوں کو دیا گیا ہے۔ یہاں لفظ "عباد" میں اس مضمون کی چابی ہے۔ ورنہ لاکھوں کروڑوں لوگ ہیں جو خدا کو پکارتے ہیں مگر ان کو کوئی جواب نہیں ملتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان بندوں کی دعاؤں کا جواب دیتا ہوں جو میرے عبد بن چکے ہیں، جو میری تعلیمات پر عمل کرتے ہیں اور جب میں ان کو بلاتا ہوں تو وہ لبیک کہتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہیں۔ پس ہمیں کوشش کرنی ہوگی کہ رمضان گزرنے سے پہلے پہلے خدا تعالیٰ ہمیں اپنے عباد میں شامل کر۔

حضور نے فرمایا کہ یہ رمضان کئی پہلوؤں سے بابرکت ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاص نشان لے کر آنے والا رمضان ہے کیونکہ آج رمضان کا پہلا دن طلوع ہونے والا ہے اور یہ وہ جمعہ ہے جو Friday the 10th ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مجھے رویا میں بتلایا تھا کہ بار بار خوشخبریاں لے کر ابھرے گا۔ اس پہلو سے مجھے اس رمضان کے غیر معمولی طور پر مبارک ہونے کے لحاظ سے کوئی شک نہیں۔

حضور نے فرمایا کہ پاکستان میں معاند مولوی پھر وہی الزامات جماعت کے خلاف دہرانے لگے ہیں جن کے متعلق میں نے مباہلہ کے چیلنج میں بتایا تھا کہ یہ سب جھوٹے اور بے بنیاد الزامات ہیں اور لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی دعا دہرائی تھی۔

حضور نے فرمایا کہ مباہلے کی صداقت کے نشان کے طور پر خدا تعالیٰ نے ضیاء الحق کو ایسا نیست و نابود کیا کہ اس کے وجود کا کوئی ذرہ بھی باقی نہیں رہا۔ صرف ایک ڈھیر تھا جو بچا اور وہ بھی مصنوعی تھا۔ مگر اس نشان کو دیکھ کر بھی یہ لوگ مسلسل بے حیائیوں میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ وہی ظالمانہ تحریکات ہیں جو پہلے بھی اٹھتی رہیں۔ جن کا رد کیا گیا اور ان کے مدلل جوابات دیئے گئے مگر جب حیا اٹھ جائے تو پھر انسان جو چاہے کرتا پھرے۔ اس قوم سے حیا اٹھ گئی ہے اور دعوے کرتے چلے جاتے ہیں کہ تمام دنیا کے علماء احمدیوں کو مرتد، کافر اور دائرہ اسلام سے باہر سمجھتے ہیں لیکن احمدی اسے تسلیم نہیں کرتے۔

حضور نے فرمایا کہ تم لوگوں کے خلاف بھی تو باقی فرقوں کے یہی دعاوی رہے ہیں تم بھی تسلیم کر لو پھر۔ لیکن تم کر بھی لو گے تو ہم پھر بھی نہیں کریں گے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم خدا تعالیٰ کی توحید کے منکر ہو جائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خاتمیت کا انکار کر دیں۔ حضور نے فرمایا میں نے پہلے بھی کہا تھا، آج بھی یہی کہتا ہوں اور یہی بات دہراتا رہوں گا کہ جتنی دشمنی کرنی ہے کر لو مگر ان باتوں سے احمدیت ٹل نہیں سکتی۔ احمدیت کا وجود کلمہ توحید کی گواہی ہے۔ آنحضرتؐ کی رسالت اور عبدیت کی گواہی ہے اور یہ گواہی کہ

آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ تم اپنی گندہ ذہنی سے ہمیں ان باتوں سے کیسے روک سکتے ہو۔
حضور نے فرمایا کہ یہ کہنا کہ احمدی پاکستانی آئین کو نہیں مان رہے کیسی احمقانہ بات ہے۔ تم آئے دن پاکستانی آئین کی خلاف ورزی کرتے پھرتے ہو۔ اس آئین نے سب کو آزادی ضمیر کا جو حق دیا ہے تم اسے کیوں نہیں مانتے۔ حضور نے فرمایا قوم جو ان کی مرضی کے خلاف فیصلہ کرتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم دھرنا دیں گے، ہم سڑکوں پر بیٹھ جائیں گے۔
حضور نے فرمایا تم کون سے آئین کی بات کرتے ہو۔ کیا تمہارا آئین ہم سے یہ منوانا چاہتا ہے کہ نعوذباللہ، رسول اللہؐ جھوٹے ہیں۔ کوئی حیا کرو۔ خدا کے کانسٹی ٹیوشن کے مقابل پر ہمیں ساری دنیا کے آئین بھی کہیں تو ہم پاؤں کی ٹھوکر سے اسے رد کر دیں گے۔
حضور نے فرمایا کہ تمہارے نزدیک تو رسول کریمؐ کا تقدس یہ ہے کہ جب تک کوئی محمدؐ رسول اللہ کا انکار نہیں کرے گا ہم اسے سینے سے نہیں لگائیں گے۔ ہم تو ایسے سینوں پر تھوکتے بھی نہیں۔ حضور نے معاند احمدیت شریر ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ تم تو ذلتوں کی مار بننے والے ہو۔ عبرت کا نشان بننے والے ہو اور تم خدا تعالیٰ کی اس تقدیر کو ہرگز ٹال نہیں سکتے۔
حضور نے فرمایا آؤ اس رمضان کو اس پہلو سے فیصلہ کن بنالیں۔ تم نے معاملات کو آخری حد تک پہنچا دیا ہے اور اس پہلو سے اللہ تمہیں مہلت بھی بہت دے رہا ہے اور دے چکا ہے مگر تمہاری پکڑ کے دن آئیں گے اور لازماً آئیں گے۔ میں آج یہ اعلان کرتا ہوں کہ تم پر ذلتوں کی مار پڑنے والی ہے۔
حضور نے فرمایا کہ آج جگہ جگہ سے یہ آوازیں اٹھ رہی ہیں کہ ملک تباہ ہو گیا۔ نگران حکومت یہ اعلان کر رہی ہے کہ ہمارے بس کی بات نہیں۔ ساری قوم کرپٹ ہو چکی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ملاں ہے جس نے اس قوم کو برباد کیا ہے اور جب تک یہ زہر تمہاری جڑوں میں بیٹھا ہوا ہے تمہاری زندگی باقی رکھنے کا کوئی سامان نہیں ہو سکتا۔ اور یہ اس لئے تمہارے سروں پر چڑھا ہوا ہے کہ احمدیوں کے خلاف یہ جو کچھ کہے تم اسے سینے سے لگائے رکھتے ہو۔ پس ملاں کی جان تو زنی ہے تو اس سے احمدیت کا لقمہ چھین لو پھر دیکھو اس کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔
حضور نے فرمایا یہ لوگ پاکستان کے دشمن ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد بھی دشمن رہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو پاکستان کو پلیدستان لکھا کرتے تھے اور جب تک ان کا دخل نہیں ہوا پاکستان پاکستان ہی رہا مگر اب جب ان کا دخل شروع ہوا تو انہوں نے پاکستان کو واقعی پلیدستان بنا دیا ہے۔
حضور نے مباہلہ کے چیلنج کو دہراتے ہوئے فرمایا کہ اس جمعہ پر میں فیصلہ کن رمضان کی توقع رکھتے ہوئے جماعت احمدیہ کو یہ تاکید کرتا ہوں کہ اس رمضان کو خاص طور پر ان دعاؤں کے لئے وقف کر دیں کہ اے اللہ! اب ان کے اور ہمارے درمیان فیصلہ فرما کہ تو احکم الحاکمین ہے۔ تجھ سے بہتر کوئی فیصلہ فرمانے والا نہیں۔ اے خدا اب ان سب فراعینؑ کی صف لپیٹ دے جو مسلسل تکبر میں اور جھوٹ میں پہلے سے بڑھ کر چھلانگیں لگا رہے ہیں اور ظلم اور بےحیائی سے باز نہیں آرہے۔ پس ہمارے لئے یہ سال یا اس سے اگلا سال یا ملا کر ان سب کو ایسا فیصلہ کن کر دے کہ یہ صدی خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دشمن کی پوری ناکامی و نامرادی کی صدی بن جائے اور نئی صدی احمدیت کی نئی شان کا سورج لے کر ابھرے۔
حضور انور نے سو (۱۰۰) سال پہلے ظاہر ہونے والے ۱۸۹۷ء میں لیکھرام کے متعلق عظیم نشان کی بعض تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آج سو سال بعد میں پھر لیکھ راموں کی ہلاکت کے لئے آپ کو دعا کی طرف متوجہ کر رہا ہوں۔

حضور نے مباہلہ کے چیلنج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے ان معاندین کے ہر الزام کے متعلق کہا تھا کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ تم بھی خدا کی قسم کھا کر اعلان کرو کہ تم سچے ہو اور احمدیوں کا عقیدہ وہی ہے جو تم بیان کرتے ہو تو پھر دیکھو کہ خدا تم سے کیا سلوک کرتا ہے اور ہم سے کیا سلوک کرتا ہے۔ حضور نے فرمایا میں نے ۱۹۸۸ء میں یہ چیلنج دیا تھا آج میں اسی اعلان کو پھر دہراتا ہوں۔ جو الزام انہوں نے شائع کئے ہیں مولوی اللہ کی قسم کھا کر سارے ملک میں اعلان کر دیں کہ ہم جھوٹے پر لعنت ڈالتے ہیں اور کہیں کہ اگر ہم جھوٹے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہم پر لعنت ڈالے اور ہمیں برباد و رسوا کر دے۔ اگر مولویوں میں ہمت ہے تو وہ اس چیلنج کو قبول کر لیں۔ پھر دیکھیں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ حضور نے فرمایا خدا کرے کہ ان کو جہالت کی یہ ہمت نصیب ہو جائے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی رسوائی کو ظاہر و باہر کر دے گا اور حیرت انگیز عبرت کا نشان ایک نہیں بلکہ بارہا اور کئی دکھائے گا۔ حضور نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس رمضان کی ہر طرح کی برکتیں عطا فرمائے۔ منفی نشانات ان لوگوں کے حق میں ظاہر ہوں اور مثبت نشانات جماعت احمدیہ کے حق میں ظاہر ہوں۔

(صفحہ ۳۱ سے آگے)

نئی زندگی کا احساس دوڑنے لگتا ہے۔ دل کرتا ہے کاش ہمارا ہر دن اسی عید کا دن بن جائے میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ وہ انمول خوشی جو مجھے عید کے دن حاصل ہوئی وہ خوشی میں ہر روز حاصل کرنے کی کوشش کروں گا"۔

(الفضل یکم اگست ۱۹۸۳ء)

راولپنڈی کے ایک احمدی دوست نے اپنی روداد سناتے ہوئے لکھا۔

"آج کی اس پر کیف عید پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی کوٹھی کا رخ کرتے ہیں کہ ننھا کہتا ہے امی ہماری تو کار بھی آج گلیوں سے عید مل آئی۔ اور سب ہنستے ہیں ایک بہن کہتی ہے۔ ہاں بھئی تم نے تو اچھی بات ہمیں بتائی اصل میں ہماری گاڑی بھی تو احمدی ہے اور حضور کا کہنا مانتی ہے۔"

ایک صاحب لکھتے ہیں۔

"بچوں کا کہنا تھا کہ امی یہ عید سب عیدوں سے اچھی گذری"۔ (الفضل دو اگست ۱۹۸۳ء)

یہ ضروری نہیں کہ عید کے دن ہی غرباء کے گھروں میں جائیں بلکہ چاند رات سے ہی۔ یہ برکتیں اور خوشیاں سمیٹنی شروع کر دینی چاہئیں گزشتہ سال اسی رات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ MTA کے سٹوڈیو میں تشریف لائے اور باتوں باتوں میں فرمایا کہ اس وقت مختلف احمدی گھرانے عید کی خوشیاں بانٹنے اپنے غرباء بھائیوں کے گھروں کا رخ کر رہے ہونگے۔ اور تحفے تحائف دے رہے ہونگے۔

پس ہمارے پیارے آقا کی خواہش اور توقع کو پورا کرتے ہوئے یہ دونوں دن ہمیں عید کی حقیقی خوشیاں حاصل کرتے گذارنے چاہئیں۔ بہت ہی خوش قسمت ہونگے وہ جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی عید منا کر دائمی اور ابدی خوشیوں کی جنتوں میں جا بسیں۔

(اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید)